

# العروة في الحج و العمرة

## فتاوى حج و عمره

تأليف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کانڈی بازار، بیٹھارہ، کراچی، فون: 2439799

نام کتاب

: العروة في الحج و العمرة "فتاوى حج و عمره"

تصنيف

: حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلہ

سن اشاعت

: ذی قعدہ 1428ھ - دسمبر 2007ء

تعداد اشاعت (راول)

2600

ناشر

: جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان)

نور مسجد، کانڈی بازار، بیٹھارہ، کراچی، فون: 2439799

خوشخبری: یہ رسالہ website: www.ishaateislam.net

www.ahlesunnat.net

پر موجود ہے۔

ملا علی قاری نے امام محمد علیہ الرحمہ کی مندرجہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا:

لأن فيه منفعة الفقراء، قلت: و محنة الأغنياء (۴۳)

یعنی، اس میں فقراء کا فائدہ ہے اور (ملا علی قاری فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں مالداروں کے لئے آزمائش ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱۷ نومبر ۲۰۰۶م (233-F)

### حج کی سعی نہیں کی تو حاجی پر کوئی پابندی باقی رہے گی؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص

نے طواف زیارت کے بعد سعی میں تاخیر کی تو اس پر کوئی پابندی رہے گی یا نہیں؟

(السائل: عرفان ضیائی، کراچی)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اس شخص پر احرام کی کوئی پابندی

نہیں رہے گی کیونکہ سوائے بیوی کے حامل ہونے کے باقی ساری پابندیاں حلق یا تقصیر سے ختم

ہو گئیں، باقی رہی یہ آخری پابندی وہ بھی طواف زیارت سے ختم ہو گئی۔ اسی لئے اگر کوئی شخص

طواف زیارت کے بعد سعی سے قبل اپنی بیوی سے جماع کر لے تو اس پر کچھ لازم نہیں آتا،

چنانچہ امام ابو منصور محمد بن کرم کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

ولو سعی بعد ما حل من حلقه و واقع النساء أجزأه

یعنی، اگر کسی شخص نے اپنے حج سے (طواف زیارت کر کے) فارغ

ہونے اور بیویوں سے جماع کرنے کے بعد سعی کی تو اسے جائز ہے۔

کیونکہ سعی کے لئے کوئی وقت متعین نہیں، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

لأن السعي غير مؤقت فشرطه أن يوجد بعد الطواف و قد

وجد (۴۴)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤقت ہے پس اس کی شرط یہ ہے کہ وہ طواف کے

بعد پائی جائے اور وہ پائی گئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱۷ نومبر ۲۰۰۶م (249-F)

## فہرست مضامین

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
☆	پیش لفظ	8

## سعی

۱۔	مسعی مسجد الحرام کی حدود میں ہے یا خارج	9
۲۔	سعی میں ایک چکر سے مراد	12
۳۔	حج کی سعی اور احرام	14
۴۔	حج کی سعی میں افضل کیا ہے؟ طواف زیارت سے پہلے کرنا یا بعد میں	15
۵۔	منیٰ روانگی سے قبل حج کی سعی کرنا جائز ہے	19
۶۔	منیٰ روانگی سے قبل کی جانے والی حج کی سعی میں احرام کا حکم	22
۷۔	حالت حیض میں سعی کا حکم	23
۸۔	حج کی سعی میں تاخیر کا حکم	25
۹۔	حج کی سعی کئے بغیر وطن واپسی کا حکم	27
۱۰۔	حج کی چھوڑی ہوئی سعی دوسرے سفر میں ادا کرنے پر دم ساقط ہو گا یا نہیں؟	28
۱۱۔	حج کی سعی نہیں کی تو کیا حاجی پر کوئی پابندی باقی رہے گی؟	33

## مناسک منیٰ

۱۔	آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا اور نو کی رات منیٰ میں گزارنا	35
۲۔	گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی راتیں منیٰ میں گزارنا	38
۳۔	۱۱ اور ۱۲ تاریخ کو رمی کا حکم	41
۴۔	غروب آفتاب کے بعد رمی کا حکم	51
۵۔	تزک رمی کا حکم	52
۶۔	منیٰ میں غسل کی صورت	56
۸۔	منیٰ میں غسل فرض ہونے کی صورت میں تنیم کرنے کا حکم	57

## مناسک عرفات

۱۔	وقوف عرفہ اور رزیت ہلال	59
۲۔	کیا یوم عرفہ یام حج میں شامل ہے	62
۳۔	وقوف عرفہ کا مکمل وقت مسجد نمبرہ کے عرفات سے خارج حصے میں گزارنے والے کا حکم	63
۴۔	حاجی اور یوم عرفہ کا روزہ	67
۵۔	عرفات میں نو ذوالحجہ کو جمع بین الصلواتین کا حکم	70

## مناسک مزدلفہ

۱۔	شب مزدلفہ میں مغرب و عشاء کا حکم	74
----	----------------------------------	----

۲۔	مزدلفہ میں حقوق العباد کی معافی	80
۳۔	مزدلفہ سے منیٰ کو کب روانہ ہو	83

## قربانی

۱۔	حج تمتع اور قرآن میں جانور ذبح کرتے وقت نیت	88
۲۔	تمتع جانور ذبح نہ کر سکتے تو کیا کرے	88
۳۔	قربانی پر قدرت نہ رکھنے والے حاجی کے لئے روزوں کا حکم	90

## حلق و قصر

۱۔	عمرہ والا احرام کھول کر حلق یا قصر کرائے یا کھولنے سے قبل	95
۲۔	عمرہ کر کے سر کا کچھ حصہ منڈ لیا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں	96
۳۔	تقصیر میں ایک پورے سے کم بال کٹوانے کا حکم	97
۴۔	احرام کھولنے کے وقت اپنے جیسے کا سر مونڈنا	98

## جنایات (جُرم اور اُن کے کفارے)

۱۔	دیدہ و دانستہ ترک واجب کا ارتکاب کرنا	101
۲۔	صدقہ کی مقدار اور اس کی ادائیگی کا حکم	103
۳۔	حلق یا تقصیر کروائے بغیر ممنوعات احرام کا ارتکاب	104
۴۔	عمرہ میں سعی کئے بغیر حلق کروانے کا حکم	110
۵۔	عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کے بغیر دوسرے احرام کا حکم	110

۶۔	عورت کا تقصیر سے قبل سنگھڑی کرنا	112
۷۔	مُحْرَم کا بھولے سے قلیل مدت کے لئے اپنے چہرے کو چھپالینا	113
۸۔	احرام میں منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے کا حکم	115
۹۔	بھولے سے یا کسی دوسرے کے فعل سے مُحْرَم کے سر یا چہرے پر کپڑا آجانے کا حکم	117
۱۰۔	دورانِ سعی زوجین کا شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو چھونا	121
۱۱۔	تمتع کا قربانی سے قبل حلق کروانا	122
۱۲۔	رمی، قربانی، حلق اور طواف زیارت میں ترتیب کا حکم	123

## عورتوں کے مسائل

۱۔	عورت کن کن مردوں کے ساتھ سفر حج و عمرہ کے لئے جاسکتی ہے	133
۲۔	بغیر محرم کے سفر حج کا شرعی حکم اور حکومت کی حج پالیسی	133
۳۔	عورتوں کا بلند آواز تبلیہ پڑھنا اور دعائیں مانگنا	139
۴۔	حالت حیض میں عورت احرام کیسے باندھے اور انفعال حج کیسے ادا کرے؟	140
۵۔	حالت حیض میں کون کون سے انفعال ممنوع ہیں؟	141
۶۔	حج سے بارہ روز قبل عمرہ کے احرام کی حالت میں حیض کا آجانا	143
۷۔	حاکمہ کے لئے احرام حج کے وقت غسل کا حکم	144
۸۔	عورت حالت حیض میں طواف زیارت کر لے تو حج کا حکم	146

## پیش لفظ

حج اسلام کا اہم رکن ہے جس کی ادائیگی صاحب استطاعت پر زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے، اس کے بعد جتنی بار بھی حج کرے گا نفل ہوگا اور پھر لوگوں کو دیکھا جائے تو کچھ تو زندگی میں ایک ہی بار حج کرتے ہیں کچھ دو یا تین بار، اقل قلیل ایسے ہوتے ہیں جن کو ہر سال یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔ لہذا حج کے مسائل سے عدم واقفیت یا واقفیت کی کمی ایک فطری امر ہے۔ پھر کچھ لوگ تو اس کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے، دوسروں کی دیکھا دیکھی ایسے افعال کا ارتکاب کرتے ہیں جو سراسر ناجائز ہوتے ہیں اور کچھ علماء کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں مناسک حج و عمرہ کی ترتیب کے حوالے سے ہونے والی نشستوں میں شرکت کرتے ہیں پھر بھی ضرورت پڑنے پر حج میں موجود علماء یا اپنے ملک میں موجود علماء سے رابطہ کر کے مسئلہ معلوم کرتے ہیں۔ اور پھر علماء کرام میں جو مسائل حج و عمرہ کے لئے کُتب فقہ کا مطالعہ رکھتے ہیں وہ تو مسائل کا صحیح جواب دے پاتے ہیں اور جن کا مطالعہ نہیں ہوتا وہ اس سے عاجز ہوتے ہیں۔ ہمارے ہاں جمعیت اشاعت اہلسنت (پاکستان) کے زیر اہتمام نور مسجد مینساور میں پچھلے کئی سالوں سے ہر سال باقاعدہ ترتیب حج کے حوالے سے نشستیں ہوتی ہیں اسی لئے لوگ حج و عمرہ کے مسائل میں ہماری طرف کثرت سے رجوع بھی کرتے ہیں، اکثر تو زبانی اور بعض تحریری جواب طلب کرتے ہیں اور کچھ مسائل کے بارے میں ہم نے خود دارالافتاء کی جانب رجوع کیا اور کچھ مفتی صاحب نے ۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء کے سفر حج میں مکہ مکرمہ میں تحریر فرمائے۔ اس طرح ہمارے دارالافتاء سے مناسک حج و عمرہ اور اس سفر میں پیش آنے والے مسائل کے بابت جاری ہونے والے فتاویٰ کو ہم نے علیحدہ کیا ان میں سے جن کی اشاعت کو ضروری جانا اس مجموعے میں شامل کر دیا اور ضخامت کی وجہ سے اسے تین حصوں میں تقسیم کر دیا، لہذا یہ حصہ دوم ہے جسے جمعیت اشاعت اہلسنت اپنے سلسلہ اشاعت کے 164 ویں نمبر پر شائع کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ ہم سب کی کاوش کو قبول فرمائے اور اسے عوام و خواص کے لئے نافع بنائے۔ آمین

فقیر محمد عرفان ضیائی

148	۹۔ ماہواری ختم ہونے پر طواف زیارت کیا کہ پھر شروع ہوگئی
151	۱۰۔ حائضہ عورت اور طواف وداع
152	۱۱۔ تقصیر سے قبل عورت کا اپنے سر کو ننگا کرنا
153	۱۲۔ احرام کے بغیر طواف میں عورت چہرہ نہیں کھولے گی
153	۱۳۔ عورت سفر حج میں بیوہ ہو جائے تو مناسک حج ادا کرے یا نہ

تمام ممبران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اس سے پہلے اکتوبر کی کتاب میں آپ حضرات کو ہم 2008ء میں ممبر شپ جاری رکھنے کے لئے اور نئی ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے فارم جاری کر چکے ہیں، لہذا آپ حضرات سے گزارش ہے کہ جن حضرات نے اب تک اپنے فارم پُر کر کے روانہ نہیں کئے وہ جلد از جلد اپنی ممبر شپ جاری رکھنے اور نئی ممبر شپ حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں۔ پرانے ممبران اگر خط نہ بھیجنا چاہیں تو مئی آرڈر پر اپنا فون نمبر اور موجودہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کریں۔

نوٹ: جن حضرات کو ممبر شپ فارم نہیں ملا ان کے لئے فارم کتاب کے آخر میں موجود ہے۔

دیگر معلومات کے لئے فون پر رابطہ کریں: فون: 021-2439799

صبح 11:48 تا 12:48

## مسعی

### مسعی مسجد الحرام کی حدود میں ہے یا خارج

استفتاؤ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسعی (سعی کی جگہ) مسجد الحرام کی حدود کے اندر ہے یا خارج، اور عورت حیض اور نفاس کی حالت میں مسعی کر سکتی ہے یا نہیں؟

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مسعی مسجد الحرام سے خارج ہے، چنانچہ امام محمد بن اسحاق خوارزمی حنفی متوفی ۸۶۷ھ لکھتے ہیں:

واعلم أن البيت في وسط المسجد الحرام، والمسجد الحرام في وسط مكة، والصفة خارج المسجد من الجانب الشرقي، والصفة في جهة الجنوب، والمروة كذلك في الجانب الشمالي (۱)

یعنی، جان لیجئے کہ بیت اللہ مسجد الحرام کے وسط میں ہے اور مسجد الحرام مکہ معظمہ کے وسط میں ہے، اور صفا مشرق کی جانب مسجد الحرام سے خارج ہے اور صفا جنوب میں ہے اور مروہ اسی طرح (مسجد الحرام سے خارج) جانب شمال میں ہے۔

علامہ ابو الولید محمد بن عبد اللہ بن احمد ازرقی لکھتے ہیں:

عن علي الأزدی قال: سمعت أبا هريرة يقول: إنا لنجد في كتاب الله عز وجل أن حد المسجد الحرام من الحزورة إلى

۱۔ إثارة الشغب و المنشوق إلى المساجد الثلاثة و البيت العتيق، القسم الأول، الفصل الخامس و

الخصون في ذكر ما جاء في بناء المسجد الحرام الخ، ص ۲۰۶

المسعى (۲)

یعنی، علی ازدی سے مروی ہے کہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے سنا کہ ہم کتاب اللہ عز وجل میں پاتے ہیں کہ مسجد حرام کی حد حزورہ سے مسعی تک ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ مسعی (سعی کی جگہ) مسجد سے خارج ہے۔

اور مسعی جب مسجد سے خارج ہے تو حائضہ و نفساء عورت کو وہاں جانے کی ممانعت بھی نہیں کیونکہ ممانعت تو دخول مسجد سے ہے، امام ابو داؤد نے اپنی ”سنن“ میں اور امام بخاری نے ”تاریخ کبیر“ میں اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا جس میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:

” لَا أُجِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا حَنْبٍ ”

یعنی، پس حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حائل نہیں کرتا۔

اور ابن ماجہ اور طبرانی کی اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے بلند آواز سے ارشاد فرمایا کہ ”مسجد جنبی اور حائضہ کے لئے حائل نہیں“۔

اور فقہاء کرام نے بھی لکھا ہے کہ حائضہ عورت کو مسجد میں آنا ممنوع ہے چنانچہ امام ابو الحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

لا تدخل المسجد (۳)

یعنی، (حائضہ عورت) مسجد میں داخل نہ ہوگی۔

برہان الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد بن عبید اللہ حموی ”وقایہ الروایۃ“ میں لکھتے ہیں:

يمنع الصلاة و الصوم و دخول المسجد الخ (باب الحيض)

یعنی، حیض نماز، روزہ اور دخول مسجد سے مانع ہے۔

اور حافظ الدین ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسبی متوفی ۷۱۰ھ ”کنز الدقائق“

۲۔ اعجاز مكة، المجلد (۲)، باب ذكر غزوة زمزم و ما جاء في ذلك، ذكر حد مسجد الحرام، ص ۶۳

۳۔ مختصر القدوري، كتب الطهارة، باب الحيض



میں لکھتے ہیں:

و يمنع صلاة، و صوماً، و دخول مسجد الخ (باب الحيض)

یعنی، حیض نماز، روزہ اور دخول مسجد سے مانع ہے۔

اور حیض و نفاس طواف سے بھی مانع ہے جیسا کہ ”وقایة الرواية“ اور ”کنز الدقائق“

میں ہے۔

اور امام ابوالحسن احمد بن محمد القدوری متوفی ۳۲۸ھ لکھتے ہیں:

و لا تطوف بالبيت (مختصر القدوری)

یعنی، وہ بیت اللہ کا طواف نہیں کرے گی۔

اور طواف کعبہ سے ممانعت کی وجہ دخول مسجد ہے، چنانچہ شارح وقایہ علامہ عبید اللہ بن

مسموعین تاج اشریعہ ”وقایة الرواية“ کے قول ”يمنع الطواف“ کے تحت لکھتے ہیں:

لکونه یفعل فی المسجد (۴)

یعنی، طواف سے ممانعت اس لئے ہے کہ طواف مسجد میں ہوتا ہے۔

پھر ایک سوال یہ ہے کہ جب طواف مسجد میں ہوتا ہے اس لئے حالت حیض میں ممنوع

ہے پھر جب فقہاء کرام نے فرمایا کہ حائضہ مسجد میں داخل نہیں ہوگی تو طواف سے ممانعت

ثابت ہوگئی اور محض جو کہ مختصر ہیں ان میں طواف کی ممانعت کو صراحتاً ذکر کرنے کی کیا

ضرورت تھی تو اس کے جواب میں علامہ ابوبکر بن علی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

فإن قيل: الطواف لا يكون إلا بدخول المسجد فقد عرف

منعها منه فما الغائلة في ذكر الطواف، قيل: يتصور ذلك فيما

إذا حائتها الحيض بعد ما دخلت المسجد وقد شرعت في

الطواف أو نقول لما كان للحائض أن تصنع ما يصنع الحاج

من الوقوف وغيره ربما يظن طان أنها يحوز لها الطواف

أيضاً كما جاز لها الوقوف و هو أقوى منه فأزال هذا الهم

بذلك (۵)

یعنی، پس اگر کہا جائے کہ طواف دخول مسجد کے بغیر نہیں ہوتا اور اس سے

منع تو پہلے جان لیا گیا تو طواف کے ذکر کا کیا فائدہ ہے؟ اس کے جواب

میں کہا گیا کہ وہ اس صورت میں حصو رہے کہ جب عورت کو حیض آئے تو

وہ مسجد کے اندر ہو اور وہ طواف شروع کر دے یا طواف کے صراحتاً ذکر

کے فائدے کے بارے میں ہم کہیں گے کہ جب حکم تھا کہ حائضہ عورت

وہ کرے جو حاجی کرتے ہیں جیسے وقف عرفہ وغیرہ، کبھی گمان کرنے والا

یہ گمان کر لے کہ اس کے لئے طواف بھی جائز ہے جیسا کہ اس کے لئے

وقف عرفہ جائز ہے اور وہ اس سے زیادہ قوی ہے تو طواف کا صراحتاً

ذکر کر کے اس وہم کا ازالہ کر دیا گیا۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم الثلاثاء ۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۲۱ نومبر ۲۰۰۶ م (257-F)

## سعی میں ایک چکر سے مراد

استفتاۃ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ چکر کا

مطلب ہوتا ہے کہ جہاں سے چلے گھوم کر اس جگہ واپس پہنچے، اسی طرح سعی میں ایک چکر صفا

سے صفا پر شمار ہونا چاہئے جس طرح کہ طواف میں ہے تو سعی میں اس طرح چکر شمار ہوگا یا صفا

سے مروہ ایک چکر اور مروہ سے صفا دوسرا چکر شمار کیا جائے گا؟ نیز اگر کسی نے مروہ سے سعی

شروع کی تو اس کا چکر کہاں سے شمار ہوگا؟

(السائل: سید طاہر نعیمی، کراچی)

بسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مختار مذہب یہی ہے کہ سعی میں چکر

اسی طرح شمار ہوگا کہ صفا سے مروہ ایک چکر اور مروہ سے صفا دوسرا، چنانچہ علامہ سراج الدین

علی بن عثمان اوی خنی متونی ۵۶۹ھ لکھتے ہیں:

و السعی من الصفا إلى المروة شوطاً، و من المروة إلى الصفا

شوط هو المختار (۶)

یعنی، اور سعی صفا سے مروہ ایک چکر ہے اور مروہ سے صفا ایک الگ چکر ہے، یہی مختار ہے۔

اور جس نے مروہ سے سعی شروع کی اور وہ صفا پر آیا تو اس کا یہ چکر شمار نہ ہوگا بلکہ اب وہ صفا سے مروہ کی جانب چلے گا تو وہ اس کا پہلا چکر ہوگا، امام محمد بن حسن شیبانی متونی ۱۸۹ھ کی ”کتاب الاصل“ میں ہے:

و إن بدء بالمروة و ختم بالصفا حتى فرغ أعاد شوطاً واحداً لأن

الذي بدأ فيه بالمروة ثم أقبل منها إلى الصفا لا يعتد به (۷)

یعنی، اگر سعی کو مروہ سے شروع کیا اور صفا پر ختم کیا یہاں تک کہ فارغ ہو گیا تو ایک چکر کا اعادہ کرے (یعنی صفا سے مروہ تک کے چکر کا اعادہ کرے) کیونکہ وہ چکر کہ جس میں وہ مروہ سے شروع ہوا اور صفا کو آیا وہ (سعی) میں شمار نہیں کیا گیا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متونی ۱۳۶۷ھ ”در مختار“ اور ”عالمگیری“ کے

حوالے سے لکھتے ہیں:

اگر مروہ سے سعی شروع کی تو پچھلا پھیرا کہ مروہ سے صفا کو ہوا شمار نہ کیا جائے گا، اب کے صفا سے مروہ کو جائے گا وہ پچھلا پھیرا ہوگا۔ (۸)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (F-371)

۶۔ الفتاویٰ السراجیہ، کتاب الحج، باب ترتیب افعال الحج، ص ۳۳

۷۔ المبسوط، المسجل (۲)، کتاب المناسک، باب السعی بین الصفا و المروة، ص ۳۴۶

۸۔ بہار الشریعت، حصہ ششم، صفا و مروہ کی سعی کا بیان، ص ۵۹

## حج کی سعی اور احرام

استفتا۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگوں نے چارپانچ روز بعد حج کی سعی کی اور بغیر احرام کے کی تو کیا ان کی سعی ادا ہو جائے گی اور یہ بھی کہ اس سے قبل نفلی طواف ضروری ہوگا جس طرح منیٰ روانگی سے قبل نفلی طواف کے بعد سعی کرنے کا حکم تھا یا بغیر طواف کئے کرنا کافی ہوگی؟

(السائل: محمد تنیل تادری ازلیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حج کی سعی غیر مؤثقت ہے اور واجبات حج سے ہے اس کی ادائیگی میں بلا وجہتا خیر نہیں کرنی چاہئے لیکن اگر کسی عذر کی وجہ سے یا بلا عذر تاخیر کی وجہ سے بھی ادا کرے گا ادا ہو جائے گی اور واجب ذمے سے ساقط ہو جائے گا اور تاخیر کی وجہ سے کوئی دم یا صدت بھی لازم نہ ہوگا اور سعی جب طواف زیارت کے بعد کرے تو اس میں احرام شرط نہیں۔ چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متونی ۱۳۶۷ھ ”جوہرۃ النیرۃ“ سے نقل کرتے ہیں کہ:

”سعی میں احرام اور زمانہ حج شرط نہیں، نہ کی ہو تو جب بھی ادا کر لے ادا

ہو جائے گی۔“ (۹)

اور اس میں احرام شرط نہیں جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے اسی طرح نفلی طواف بھی شرط نہیں کیونکہ اس سعی کو جب حاجی نے طواف زیارت کے بعد ادا کیا تو اس کے ذمے میں واجب ہو چکی تھی تو جب بھی ادا کرے گا تو اپنے ذمے سے واجب کو ساقط کرے گا، یہ اس طرح ہے جس طرح کسی شخص نے عمرہ کا احرام باندھا اور عمرہ کا طواف کرنے کے بعد چند دن تک کسی وجہ سے سعی نہ کر سکا اور احرام ہی میں رہا تو جب بھی وہ سعی کرے گا تو سعی ادا ہو جائے گی اور سعی کے لئے نفلی طواف کی حاجت بھی نہ ہوگی کیونکہ اس سعی کے کو جب س طواف کی وجہ سے ہے وہ اسے ادا کر چکا، اب نئے طواف کی حاجت نہیں۔ اسی طرح یہاں بھی جس طواف

۹۔ بہار الشریعت، جلد (۱)، سعی کی غلطیاں، ص ۵۰۵



کی وجہ سے یہ سعی لازم ہوتی ہے وہ طواف زیارت ہے وہ اُسے ادا کر چکا، اب سعی ادا کرنے کے لئے نئے طواف کی حاجت نہیں، طواف زیارت میں چونکہ احرام شرط نہیں اس لئے سعی میں بھی احرام شرط نہیں جب کہ طواف زیارت حلق کے بعد ہو کیونکہ حاجی طواف زیارت اگر حلق سے قبل کرتا تو احرام میں کرتا تو بھی درست ہو جاتا اگرچہ یہ خلاف سنت ہے اور اگر حلق کے بعد کرتا تو بلا احرام کرتا، یہی حکم سعی کا ہے کہ طواف زیارت کے بعد سعی اگر حلق سے قبل کرے تو احرام میں کرے اور بعد میں کرے تو بغیر احرام کے کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الخميس، ۱۵ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۴ يناير ۲۰۰۷م (342-F)

حج کی سعی میں افضل کیا ہے؟ طواف زیارت سے پہلے کرنا یا بعد میں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منیٰ روانگی سے قبل طواف زیارت کی سعی کر لیا جائز ہے مگر افضل کیا ہے کہ طواف زیارت کی سعی طواف زیارت کے بعد کرے یا منیٰ روانگی سے قبل احرام باندھ کر رمل و اضطباع کے ساتھ نفل طواف کرنے کے بعد کرے؟

(السائل: طالب قادری، جمشید روڈ، کراچی)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: یہی سوال علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی نے لکھا ہے کہ:

وهل الأفضل تقديم السعي أو تأخيرہ إلى وقتہ الاصلی

یعنی، کیا سعی کی تقدیم افضل ہے یا اس کی اپنے اصلی وقت (یعنی طواف

زیارت کرنے کے بعد) کی طرف تاخیر۔

تو خود ہی جواب میں لکھتے ہیں کہ:

قبل الأول، و قبل: الثاني

یعنی، کہا گیا کہ پہلا (یعنی تقدیم سعی) افضل ہے، اور کہا گیا کہ دوسرا (یعنی طواف زیارت کے بعد سعی کرنا) افضل ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ فضیلت میں اختلاف ہے اور اختلاف غیر تارن کے حق میں ہے، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و الخلاف في غير التارن

یعنی، اختلاف غیر تارن میں ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں:

وهو المفرد مطلقاً و المتمتع آفاقاً بلا شبهة أو مكياً ففيه

مناقشة (۱۰)

یعنی، اور غیر تارن مطلقاً مفرد بالحد سے اور بلاشبہ متمتع آفاقی ہے یا مکی ہے تو اس میں مناقشہ ہے۔

اور تارن کے بارے میں علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

أما التارن فالأفضل له تقديم السعي أو يسـ (۱۱)

یعنی، تارن تو اس کے لئے سعی افضل ہے یا مسنون ہے۔

اگر تارن کے لئے تقدیم سعی افضل ہو تو تاخیر بلا کراہت جائز قرار دی جائے گی اور اگر مسنون ہو تو تاخیر مکروہ تنزیہی ہوگی چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ علامہ رحمت اللہ سندھی کی مندرجہ بالا عبارت کہ تارن کے لئے تقدیم سعی افضل ہے کے تحت لکھتے ہیں:

و يجوز تأخيرہ بلا كراهية

یعنی، اور اس کی تاخیر بلا کراہت جائز ہے۔

اور تارن کے لئے تقدیم سعی مسنون ہے کے تحت لکھتے ہیں:

أي فيكره تأخيرہ لأنه طواف طوافين و سعي سبعين قبل

الوقوف بعرفة (۱۶)

یعنی، یا مسنون ہے یعنی تو اس کی تاخیر مکروہ ہے کیونکہ نبی ﷺ نے  
وقوف عرفہ سے قبل دو طواف اور دو سعیاں فرمائیں۔

اور ہم نے کراہت کو ترجیحی کے ساتھ مقید کر دیا کیونکہ یہ کراہت سنت کے مقابلے میں  
ہے نہ کہ واجب کے مقابلے میں۔

لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ حج افراد کرنے والے کے لئے متمتع آفاقی اور مکی کے لئے تقدیم سعی  
افضل ہے یا اس میں اختلاف ہے بعض نے تقدیم سعی کے افضل ہونے کو ترجیح دی ہے اور  
چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ حاجی کے مٹی روانہ ہونے  
سے قبل طواف زیارت کی سعی کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں:

و هو أفضل عندنا لما مرّ في فصل طواف القدوم (۱۷)

یعنی، یہ ہمارے نزدیک افضل ہے جیسا کہ طواف قدوم کی فصل میں  
گزرے۔

اور امام کرمانی کے نزدیک یہ فضیلت اس وقت ہے جب وہ یوم تر و یہ یعنی آٹھ ذوالحجہ  
کے زوال سے قبل طواف سعی کر لے ورنہ افضل یہ ہے کہ وہ بلا سعی مٹی کو روانہ ہو جائے اور  
طواف زیارت کے بعد سعی کرے چنانچہ لکھتے ہیں:

روى الحسن عن أبي حنيفة رضى الله عنه أنه إذا أحرم بالحج

يوم التروية أو قبله إن شاء طواف وسعي قبل أن يأتي إلى منى،

وهذا أفضل عندنا إلا أن يهمل بعد الزوال من يوم التروية،

فحينئذ الرواح إلى منى أفضل، لأن بعد الزوال الرواح إلى منى

مستحب عليه، وقد ضاق وقته، فلا يحوز الاشتغال بفعل ليس

بموضع له في ذلك الوقت بخلاف ما قبل الزوال، فإن الرواح

۱۶۔ السالك المنقطع في النسك المتوسط، فصل في إحرام الحاج من مكة المشرفة، ص ۲۰۷

۱۷۔ السالك المناسك: ۸۹/۱

لم يستحب فيه فصار كسائر الأيام (۱۸)

یعنی، حسن بن زیا نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ جب  
وہ آٹھ تاریخ کو یا اس سے قبل چاہے کہ منی جانے سے قبل سعی کر لے اور  
یہ ہمارے نزدیک افضل ہے مگر یہ کہ وہ آٹھ ذوالحجہ کو زوال کے بعد احرام  
باندھے تو اس وقت منی کی طرف رواگی افضل ہے (تقدیم سعی افضل  
نہیں) کیونکہ زوال کے بعد اس پر منی کی جانب رواگی لازم ہے اور  
وقت تنگ ہے، تو اس وقت ایسے کام میں مشغول ہونا جائز نہیں جس کام  
کی اس وقت جگہ نہیں بخلاف زوال سے قبل کے کہ اس وقت منی رواگی  
لازم نہیں تو دیگر تمام یام کی مثل ہو گیا۔

امام کرمانی نے فرمایا کہ زوال کے بعد اس پر منی کی جانب رواگی لازم ہے، اس سے  
مراد ہے کہ یہ رواگی سنت کی ادائیگی کے لئے لازم ہے نہ کہ واجب کی ادائیگی کے لئے کیونکہ  
منی میں قیام مسنون ہے نہ کہ واجب۔

جب کہ بعض نے تاخیر سعی کو افضل قرار دیا ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ  
دوسرے قول یعنی تاخیر سعی کے افضل ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

و صححه ابن الهمام وهو الظاهر خصوصاً للمكي فإن فيه  
خلافاً للشافعي

یعنی، اسے (صاحب فتح القدیر امام مال الدین محمد بن عبد الواحد) ابن  
الہمام (متوفی ۸۶۱ھ) نے صحیح قرار دیا ہے اور یہی ظاہر ہے خصوصاً مکی  
کے واسطے، پس اس میں امام شافعی کا خلاف ہے۔

اور ملا علی قاری دوسری صورت یعنی عدم تقدیم سعی کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

والخروج عن الخلاف لكونه أحوط مستحب بالإجماع،

فينبغي أن يكون هو الأفضل بلا خلاف و نزاع (۱۹)

۱۸۔ السالك في المناسك، المحل (۱)، القسم الأول، فصل في بيان أنواع الأظرفة، ص ۴۴

۱۹۔ السالك المنقطع في النسك المتوسط، فصل في إحرام الحاج من مكة المشرفة، ص ۲۰۷

یعنی، خلاف سے نکلتا بالا جماع مستحب ہے کیونکہ وہ احوط ہے یعنی اس میں زیادہ احتیاط ہے، تو چاہئے کہ کسی اختلاف مزاع کے بغیر یہی افضل ہو۔

بہر حال جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور منیٰ روانگی سے قبل یقیناً اس قدر بھیڑ نہیں ہوتی کہ جس قدر بھیڑ اس تاریخ کے بعد پائی جاتی ہے تو عورتوں، بوڑھوں اور بیمار و معذور افراد کے حق میں بہتر یہی ہے کہ وہ موقع پا کر روانگی سے قبل ہی نفلی طواف کے ساتھ حج کی سعی کر لیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۳ ربيع الثاني ۱۴۲۸ھ، ۱۶ مایو ۲۰۰۷ م (366-F)

## منیٰ روانگی سے قبل حج کی سعی کرنا جائز ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کل آپ سے تربیت حج کے بیان میں ہم نے سنا ہے کہ احرام کے بعد منیٰ روانہ ہونے سے قبل اگر کوئی شخص نفلی طواف کے بعد سعی کر لے تو طواف زیارت کے بعد سعی کی ضرورت نہیں، صرف طواف زیارت کر لیا کافی ہے، میں نے یہ مسئلہ اپنے بہنوئی سے اور والدہ وغیرہ سے بیان کیا تو بہنوئی کہنے لگے کہ یہ ان لوگوں نے خود بنا لیا ہے، برائے مہربانی اس پر کچھ روشنی ڈالئے تاکہ اس کے لئے جواب ہو جائے۔

(السائل: ایک حاجی از بلیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مسئلہ معنی ہے جو میں نے بیان کیا اس وقت چند ٹیب کے سوا میرے پاس کوئی کتاب موجود نہیں ہے جو موجود ہیں ان کی مدد سے اس مسئلہ کو واضح کر دیتا ہوں، چنانچہ فقہاء احناف میں سے مناسک حج کے ماہر فقیہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان حنفی متوفی ۵۹۷ھ مناسک حج پر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

و إذا أراد المحرم بالحج من مكة أن يطوف و يسعى قبل أن

يأتي منى، و يقدم السعي على طواف الإفاضة بعد طواف

تطوَّع حاز ذلك

یعنی، اور مکہ سے حج کا احرام باندھنے والا چاہے کہ وہ منیٰ جانے سے قبل طواف وسعی کر لے اور طواف زیارت کی سعی (طواف زیارت سے پہلے) نفلی طواف کے بعد کر لے تو جائز ہے۔

منیٰ روانگی سے قبل جواز سعی کے تو امام شافعی بھی تائل ہیں چنانچہ علامہ کرمانی لکھتے ہیں:

و عند الشافعي رحمه الله أيضاً يحوز ذلك (۱۶)

یعنی، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی وہ جائز ہے۔

اور ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

ثم إن أراد المكي أي المكي و من بمعناه تقديم السعي على طواف الزيارة أي مع أن الأفضل في السعي أن يكون عقبه، لمناسبة تأخير الواجب عن الركن، إلا أنه رخص تقديمه في الحاملة بعلة الرحمة فحيثما يتنقل بطواف لأنه ليس للمكي و من في حكمه طواف القدوم الذي هو سنة لآفاقي، فيأتي المكي بطواف نفل بعد الإحرام بالحج ليصبح سعيه الخ (۱۷)

یعنی، پھر اگر مکی اور وہ جو مکی کے حکم میں ہے طواف زیارت سے قبل سعی کرنا چاہے یعنی باوجود اس کے کہ واجب کے رکن سے مؤخر ہونے کی مناسبت سے اصل یہ ہے کہ وہ طواف کے بعد ہو، مگر علت ازدحام کے سبب فی الجملہ سعی کو مقدم کرنے کی رخصت دی گئی، تو اس وقت وہ نفلی طواف کرے گا کیونکہ مکی اور جو مکی کے حکم میں ہے اس کے لئے طواف قدوم نہیں ہے جو کہ آفاقی کے لئے سنت ہے، پس مکی احرام باندھنے کے بعد نفلی طواف کرے تاکہ اس کی سعی درست ہو جائے۔

اور مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ مناسک حج پر لکھی ہوئی اپنی کتاب میں تحریر

فرماتے ہیں:

ولہذا گفتہ اند کہ اگر کسی احرام حج بستہ است وہی خواہد کہ تقدیم کند سعی را قبل از طواف زیارت بواسطہ خوف ازدحام خلقت در وقت طواف زیارت پس باید کہ او طواف کند بطریق نفل تا صحیح افتد سعی بعد از وی زیر آنکہ در حق کسی قدم نیست پس تقدیم کند طواف نفل را بر سعی وسنت باشد کہ رمل کند واسطہ باغ کند درین طواف پس شروع نماید در سعی (۱۸)

یعنی، اس لئے فرمایا ہے کہ اگر کسی (اور جو کسی کے حکم میں ہے یعنی متمتع) حج کا احرام باندھ کر وہ چاہتا ہے کہ طواف زیارت کی سعی پہلے کر لے اس لئے کہ طواف زیارت کے وقت لوگوں کے ازدحام کا خوف ہے تو اسے چاہئے کہ نفلی طواف کرے تاکہ اس کے بعد اس کی سعی صحیح ہو جائے کیونکہ کسی کے حق میں طواف قدم نہیں ہے، اس لئے وہ پہلے نفلی طواف کرے اس کے بعد سعی اور سنت یہ ہے کہ اس طواف میں رمل اور اضطباع کرے، پھر سعی کرے۔

اور امام اہلسنت امام احمد رضا متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

مغرد و تارن تو حج کی رمل و سعی سے طواف قدم میں فارغ ہوئے، مگر متمتع نے جو طواف سعی کئے وہ عمرے کے لئے، حج کے رمل و سعی اس سے ادا نہ ہوئے، اس (یعنی متمتع) پر طواف قدم ہے نہیں کہ تارن کی طرح اس میں یہ امور کر کے فراغت پالے۔ لہذا اگر وہ بھی پہلے سے فارغ ہو لیا چاہے تو جب حج کا احرام باندھے گا، اس کے بعد ایک نفل طواف میں رمل و سعی کے کرے، اب اسے طواف زیارت میں ان کی

۱۸۔ حیاة القلوب فی زیلۃ المحبوب، باب جہارم در بیان سعی بین الصفا و البرۃ، فصل اول در بیان

ن شرائط صحت سعی، ص ۱۵۷

حاجت نہ ہوگی۔ (۱۹)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۱۴ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۳۰ ینایر ۲۰۰۷ م (341-F)

## منیٰ روانگی سے قبل کی جانی والی حج کی سعی میں احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وقوف عرفہ سے قبل سعی کرے تو اس سے قبل نفلی طواف کرنا لازم ہوتا ہے کیونکہ سعی بغیر طواف کے مشروع نہیں تو کیا اس سعی میں احرام کا ہونا شرط ہے؟ طواف سے قبل احرام باندھنا ضروری ہے یا سعی سے فارغ ہو کر حج کا احرام باندھ سکتا ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طواف زیارت کی سعی اگر وقوف عرفہ سے قبل ہو تو اس میں بھی احرام شرط ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "اللباب" کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

حج کی سعی اگر وقوف عرفہ سے قبل کرے تو وقت سعی میں بھی احرام ہونا شرط ہے اور وقوف عرفہ کے بعد ہو تو سنت یہ ہے کہ احرام کھول چکا ہو (۲۰)

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

یوم ترویہ میں کہ آٹھویں تاریخ کا نام ہے جس نے احرام نہ باندھنا باندھ لے اور ایک نفل طواف میں رمل و سعی کرے جیسا کہ اوپر گزرا (۲۱)

لہذا معلوم ہوا کہ اس سعی سے قبل حج کا احرام باندھنا ضروری ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين ۱۲ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۱ ینایر ۲۰۰۷ م (335-F)

۱۹۔ فتاویٰ رضویہ، الجلد (۶)، انوار البھارۃ (احکام حج)، ص ۷۰۳

۲۰۔ بہار الشریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، صفا و روہ کی سعی، ص ۵۹

۲۱۔ بہار الشریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، منیٰ کی روانگی اور وقوف عرفہ، ص ۶۶

## حالت حیض میں سعی کا حکم

استفتاؤ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت نے طواف زیارت کر لیا اور اس کو ماہواری شروع ہوگئی تو کیا وہ اس حالت میں سعی کر سکتی ہے اور اگر وہ اس حال میں سعی کر لے تو اس پر کچھ لازم تو نہیں آئے گا؟

(السائل: محمد تنیل قادری از لیبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ عورت اس حالت میں صفا و مروه کی مابین سعی کر سکتی ہے اور اگر کر لے تو نہ اس پر کچھ لازم ہوگا اور نہ ہی وہ گنہگار ہوگی، چنانچہ محمد و محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متونی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

جائز است مرزن حائض را اداء جمع افعال حج و عمرہ از احرام و قوف

عرفات و سعی بیان الصفا و المروة و غیر آن لا طواف کعبہ الخ (۲۶)

یعنی، عورت کو جمع افعال حج و عمرہ کی ادائیگی جائز ہے جیسے احرام باندھنا، قوف عرفات اور صفا و مروه کے مابین سعی کرنا وغیرہ سوائے طواف کعبہ کے الخ۔

خلیفہ امام اہلسنت حضرت مولانا محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

کیونکہ سعی کے لئے طہارت واجب نہیں مستحب ہے اس لئے حائض و نفساء اور حبس کو بھی سعی کی اجازت ہے، قاعدہ کلیہ طہارت وعدم طہارت کا مناسک حج میں یہ ہے کہ جو اعمال مسجد احرام میں ادائیوں گے ان کے لئے طہارت واجب ہے اور جو اعمال مسجد احرام سے خارج ادا کئے جائیں گے ان کے لئے طہارت مستحب و مستحسن ہے۔ (۲۳)

اور علامہ نظام الدین حنفی متونی ۱۱۶۱ھ اور جماعت علمائے ہند نے اس قاعدے کو نقل

۲۶۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب اول فصل پنجم، در کیفیت احرام زن، ص ۸۳

۲۳۔ رسالہ الحج، ص ۱۱۰

کیا ہے:

و الأصل أن كل عبادة تؤدي لا في المسجد من أحكام المناسك فالطهارة لبس من شرطها كالسعي و الوقوف بعرفة و المزدلفة و رمي الجمار، و كل عبادة في المسجد فالطهارة شرطها (۲۴)

یعنی، مناسک حج کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اگر مسجد احرام میں اس کا ادا کرنا نہیں ہے تو پھر طہارت شرط نہیں ہے جیسے سعی اور عرفات و مزدلفہ کا قوف اور رمی جمار، اور وہ عبادت جو مسجد میں ادا کی جائے گی اس میں طہارت شرط ہے۔

لہذا اسی قاعدہ کلیہ کی بناء پر نجفی اور حیض والی عورت کی سعی جائز ہے۔ اور یاد رہے کہ مسعی مسجد حرام سے خارج ہے بعض فقہاء احناف نے اس کی تصریح کی ہے اور اس کے علاوہ مضمون معتبرہ و مشروع معتمدہ و کثرت مناسک میں حالت حیض میں سعی کا جواز مذکور ہے، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مسعی مسجد حرام سے خارج ہے اور طواف کے بعد سعی کے لئے نکلنے کے آداب میں ہے کہ پہلے بایاں پاؤں رکھے کیونکہ مسجد کے آداب سے ہے کہ اس میں داخل ہوتے وقت دایاں پہلے رکھے اور نکلنے وقت بایاں چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی "لیاب" میں اور ملا علی قاری حنفی متونی ۱۰۱۳ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و يقدم رجله اليسرى للخروج أي كما هو مطلق آداب الخروج من المسجد (۲۵)

یعنی، (طواف سے فارغ ہو کر سعی کو جانے کے لئے) نکلنے کے واسطے بایاں پاؤں پہلے رکھے گا جیسا کہ یہ مطلقاً مسجد سے نکلنے کے آداب میں سے ہے۔

۲۴۔ الفتاویٰ، المجلد (۱)، کتاب المناسک، الباب الخامس فی کیفیة اداء الحج، ص ۲۶۷

۲۵۔ المسلك المنقسط إلى المناسک المتوسط، باب السعی بین الصفا و المروة، ص ۱۷۹



اس سے بھی ثابت ہے کہ سعی مسجد سے خارج ہے اور مسجد حرام سے سعی کا اتصال، مسجد ہونے کی دلیل نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۰ یانیر ۲۰۰۷ م (337-F)

## حج کی سعی میں تاخیر کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے تمتع کیا جس میں طواف زیارت کے بعد سعی نہ کی اور سعی اس نے یہ سعی پہلے کی تھی اور طواف زیارت کے لام ختم ہو گئے اب اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اسے چاہئے کہ وہ جب تک کہ مکرمہ ہے تو سعی کر لے اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ سعی غیر مؤثقت ہے، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی اٹلی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لأن السعی غیر مؤثقت (۲۶)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤثقت ہے۔

اور اسعد محمد سعید الصاغری "حرم مختار ورد المختار" کی تلخیص میں لکھتے ہیں:

لأن السعی غیر مؤثقت بل الشرط أن یثقی بہ بعد الطواف وقد

وجد (۲۷)

یعنی، کیونکہ سعی غیر مؤثقت ہے بلکہ شرط یہ ہے کہ سعی طواف کے بعد پائی جائے وہ پائی گئی۔

صحت سعی کی ایک شرط اس کا طواف کے بعد پایا جانا ذکر کیا گیا اور طواف چاہے فرض

۲۶۔ المسالك فی المناسک، المجلد (۱)، القسم الثانی، فصل فی الترتیب فیہ (ای فی السعی)، ص ۴۷۳

۲۷۔ التیسیر فی الفقہ الحنفی، کتب الحج، باب الحنايات، ص ۶۷۴

ہو یا نفل، طواف کے بعد سعی کی گئی تو درست ہو جائے گی، فرق صرف یہ ہے کہ حج سے قبل کرے گا تو احرام میں نفل طواف کے بعد کرے گا اور اگر طواف کے بعد کرے گا تو طواف زیارت کے بعد کرے گا تو احرام ہونا شرط نہ ہوگا، دس ذی الحجہ کو حلق کے بعد کرے گا تو بغیر احرام میں کرے گا اور حلق سے قبل کیا تو طواف زیارت کی طرح سعی بھی احرام میں کرے گا، اس لئے نہیں کہ احرام اس طواف و سعی کے لئے شرط ہے بلکہ اس لئے کہ حلق یا تقصیر سے قبل اسے سلسلے ہوئے کپڑے جائز نہیں۔

اور پھر صورت مسئلہ میں حج کی کوئی پابندی بھی اس کے ساتھ متعلق نہیں اس لئے کہ سوائے جماع کے ساری پابندیاں تو حلق یا قصر سے اٹھ گئیں باقی رہی تھی آخری پابندی وہ طواف زیارت کے ساتھ متعلق تھی، وہ بھی اس نے کر لیا تو اب تو اس پر کوئی پابندی باقی نہ رہی اور سعی میں تاخیر کی کہ بارہ (۱۲) ذوالحجہ کا آفتاب غروب ہو گیا یعنی طواف زیارت کا واجب وقت گزر گیا اس کے بعد سعی کی تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لو أخر السعی عن أيام النحر، و لو شهوراً لا شیء علیہ

یعنی، اگر سعی میں قربانی کے دنوں سے (یعنی ۱۰، ۱۱، ۱۲ کے غروب

آفتاب سے) سے مؤخر کیا، اگر چہ کئی ماہ (اس میں تاخیر کی) تو اس پر

کچھ (لازم) نہیں۔

اس کے تحت ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه یکرہ لہ (۲۸)

یعنی، سعی کو ایام نحر سے مؤخر کرنا مکروہ ہے۔

اور یہاں کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہوگی کیونکہ کراہت تحریمی ہوتی تو کوئی جرمانہ لازم آ سکتا تھا حالانکہ کوئی جرمانہ لازم نہیں ہوا اور اگر کوئی شخص سعی چھوڑ کر آ جاتا ہے تو دم دے دے کہ اس کا تدارک ہو جائے اور اگر دم نہیں دیتا واپس جا کر وہ اسے ادا کرتا ہے اگر چہ کئی ماہ بعد تو بھی سعی ادا ہو جائے گی اور اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا جیسا کہ فقہاء کرام

۲۸۔ المسالك المنقسط فی المناسک المنوسط، باب الحنايات، فصل فی الحناية فی السعی، ص ۶۷۶



نے اس کی تصریح کی ہے اگرچہ تاخیر شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶ م (231-F)

## حج کی سعی کے بغیر وطن واپسی کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے حج کیا اور اس نے حج کی سعی چھوڑ دی اور وطن واپس آ گیا، اب اس کے حج کا کیا حکم ہے؟ (الساکن بظفر، کھار اور، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس کا حج تو ہو گیا اور سعی چونکہ واجبات حج سے تھی جس کے ترک پر دم لازم ہوگا چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و من ترك السعي بين الصفا والمروة، فعليه دم و حجه تام كذا

فی "القدوری" (۲۹)

یعنی، جس نے صفا و مروہ کے مابین سعی کو چھوڑ دیا تو اس پر دم لازم ہے اور اس کا حج تام ہے، اسی طرح "قدوری" میں ہے۔

اور دم سرزمین حرم پر دینا ضروری ہے لہذا اسے چاہئے کہ خود نہ جاسکے تو کسی عمرہ یا حج کے لئے جانے والے کو رقم دے کر اپنا وکیل بنا دے کہ حدود حرم میں وہ اس کی طرف سے دم کا جانور ذبح کر دے۔ اور اسے چاہئے کہ توبہ بھی کرے کہ ترک واجب گناہ ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ، ۹ مایو ۲۰۰۷ م (376-F)

حج کی چھوڑی ہوئی سعی دوسرے سفر میں ادا کرنے پر دم ساقط

## ہوگا یا نہیں؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر حاجی طواف زیارت کے بعد سعی کی ادائیگی میں دیر کر دے یہاں تک کہ ایام نحر (قربانی کے دن) گزر جائیں تو اس پر کیا لازم ہوگا اور کون سی چیز اس پر حرام رہے گی اور اگر وہ سعی کے بغیر وطن واپس ہو گیا تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اور اگر وطن سے دوسرے سفر حج یا عمرہ میں آ کر چھوڑی ہوئی سعی کر لے تو دم ساقط ہوگا یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس پر کوئی پابندی نہیں کیونکہ حج میں دو احال ہیں ایک حلق یا تقصیر ہے، دوسرا طواف زیارت، پہلے سے ہر شے حلال ہو جاتی ہے سوائے بیوی کے ساتھ جماع اور دوائی جماع کے اور دوسرے سے یہ بھی حلال ہو جاتا ہے، چنانچہ ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

إذ في الحج إحلالين: أن إحلال بالحلق، وإحلال به كل شيء إلا

النساء، وإحلالاً بطواف الزيارة، وإحلال به النساء أيضاً (۳۰)

یعنی، کیونکہ حج میں دو احال ہیں، احال بالخلق اور اس سے ہر شے

حلال ہو جاتی ہے سوائے عورت کے اور دوسرا طواف زیارت سے

احال اور اس سے عورت بھی حلال ہو جاتی ہے۔

اور علماء کرام نے تصریح کی ہے کہ حاجی اگر حلق کے بعد طواف زیارت کر کے فارغ ہو اور اس نے بیوی سے جماع کیا پھر سعی تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

لو طاف لحجته و واقع النساء ثم سعى بعد ذلك أحزاه (۳۱)

۳۰۔ السلك المنقسط في المناسك المنوط، باب طواف الزيارة، ص ۲۳۲

۳۱۔ لباب المناسك مع شرحه لملا علی القاری، باب الحنایات، فصل: فی الحنایہ فی السعی

یعنی، اگر اپنے حج کے لئے طواف کیا اور بیویوں سے جماع کیا پھر اس کے بعد سعی کی تو اسے جائز ہوا۔

اور امام ابو منصور بن کرم بن شعبان الکرمانی <sup>رحمہ اللہ</sup> لکھتے ہیں:

و لو سعی بعد ما حل من حجه و واقع النساء أجزاءه، لأن السعي غير مؤقت فشرطه أن يوجد بعد الطواف و قد وجد (۳۲)

یعنی، اگر حج سے (طواف زیارت کر کے) فارغ ہوا اور بیویوں سے جماع کیا پھر سعی کی تو اسے جائز ہے کیونکہ سعی غیر مؤقت ہے پس اس کی شرط یہ ہے طواف کے بعد ہو اور وہ پائی گئی (یعنی سعی کا طواف کے بعد ہونا پایا گیا)۔

جماع کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس پر احایل موقوف نہیں ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و أما السعي عندنا من الواجبات فلا يتوقف الإحلال عليه (۳۳)

یعنی ہجر سعی ہمارے نزدیک واجبات سے ہے تو احایل اس پر موقوف نہیں۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

لو أخر السعي عن أيام النحر، و لو شهراً لا شيء عليه (۳۴)

یعنی، اگر سعی کو قربانی کے دنوں (یعنی ۱۰، ۱۱ اور ۱۲ تاریخ کے غروب

آفتاب) سے مؤخر کیا، اگرچہ کئی ماہ (اس میں تاخیر کی) تو اس پر کچھ

(لازم) نہیں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس پر کوئی پابندی باقی نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس تاخیر کی وجہ

سے اس پر کچھ لازم آیا کیونکہ سعی مؤقت نہیں ہے اس کی شرط یہی ہے کہ طواف کے بعد ہو جیسا

کہ مندرجہ بالا عبارت فقہاء سے ثابت ہے اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی

۳۲۔ المسالك في المناسك، المجلد (۱) القسم الثاني في بيان نكاح الحج من فرائض و سنته الخ،

فصل في الترتيب فيه (أي في السعي)، ص ۷۳

۳۳۔ المسالك المنقسط إلى المنكح المتوسط، باب طواف الزيارة، ص ۵۶

۳۴۔ كباب المناسك، باب طواف الزيارة

۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فالسعي و إن جاز تأخيرہ عن أيام النحر و التشریق الخ (۳۵)

یعنی، سعی اگرچہ یوم نحر اور یام تشریق سے اس کی تاخیر جائز ہے الخ۔

ہاں اگر اس نے سعی کو ترک کر دیا اور وطن چلا گیا تو ترک سعی کی وجہ سے اس پر دم لازم ہوگا، کیونکہ سعی حج کے واجبات میں سے ہے اور ترک واجب کی وجہ سے دم لازم ہوگا۔

اور ایسا واجب جو مؤقت نہ ہو اس کے ترک کا تحقق خروج مکہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکلی متوفی ۱۰۰۸ھ نے "تسوير الأبصار" کی عبارت کہ "طواف صدر کے ترک پر دم لازم ہے" کے تحت لکھا ہے:

و لا يتحقق الترك إلا بالخروج من مكة (۳۶)

یعنی، ترک متحقق نہیں ہوتا مگر مکہ مکرمہ سے نکلنے سے۔ (یعنی مکہ مکرمہ سے

نکلے گا تو ترک متحقق ہو جائے گا)

کیونکہ جب تک وہ مکہ میں ہے اس وقت تک اس سے اس کا مطالبہ نہیں ہے، چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

لأنه ما دام فيها لم يطالب به ما لم يرد السفر (۳۷)

یعنی، کیونکہ جب تک مکہ میں ہے اس سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاتا جب

تک وہ سفر کا ارادہ نہ کرے۔

اور اگر وہ سفر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اب اس سے شرعاً مطالبہ ہے کہ وہ طواف صدر کرے

جب نہیں کرتا اور چلا جاتا ہے تو ترک متحقق ہو جاتا ہے اور پھر اگر اس واجب کے ترک پر لازم

آنے والا دم نہیں دیتا بلکہ آکر ادا کرتا ہے چاہے کتنا عرصہ بعدی آئے تو اس پر کچھ لازم نہیں

آتا چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

۳۵۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الحنایات، مطلب: لا يحب

الضمان الخ، ص ۷۹

۳۶۔ الدر مختار، كتاب الحج، باب الحنایات، ص ۵۳

۳۷۔ رد المحتار على الدر المختار: ۵۳/۲

أشار بالترك إلى أنه لو أتى بما تركه فإنه لا يلزمه شيء مطلقاً  
لأنه ليس بمؤقت (۳۸)

یعنی مصنف نے ترک فرما کر اس طرح اشارہ کیا کہ اگر وہ اسے ادا کر  
لیتا ہے جسے اس نے ترک کر دیا تو اس پر مطلقاً کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ وہ  
(یعنی طوافِ صدر) مؤقت نہیں ہے۔

علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی صاحب بحر کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے  
بعد لکھتے ہیں:

أی ليس له وقت يفوت بفوته (۳۹)

یعنی اس کے لئے کوئی وقت (مقرر) نہیں ہے کہ جس کے فوت ہونے  
سے طوافِ صدر فوت ہو جائے۔

اسی طرح سعی بھی حج کے واجبات سے ہے اور غیر مؤقت ہے یعنی اس کے لئے بھی  
کوئی وقت مقرر نہیں ہے جیسا کہ پہلے گزرا، اس لئے تاخیر پر کوئی چیز لازم نہیں آتی اور جب  
تک واپسی کا ارادہ نہ کرے اس سے سعی کا مطالبہ نہیں پھر اگر سعی کئے بغیر چلا جائے تو ترک سعی  
محقق ہو جاتا ہے اب اس کی دو صورتیں ہیں یا تو لوٹ آئے اور سعی کرے تو اس صورت میں یہ  
واجب اس کے ذمے سے ساتھ ہو جائے گا اگر نہ لوٹا تو دم دینا ہوگا پھر لوٹنے کی دو صورتیں ہیں  
اگر حد و میقات کے اندر سے لوٹا تو بلا احرام آسکتا ہے اور اگر میقات سے باہر نکل گیا پھر لوٹا تو  
حرم میں داخل ہونے کے لئے احرام باندھ کر آنا ہوگا اگر عمرے کا احرام باندھ کر آیا ہے تو پہلے  
عمرہ مکمل کرے گا پھر وہ سعی کرے گا جسے چھوڑ گیا تھا اور اگر حج کا احرام باندھ کر آتا ہے پھر حج  
تمتع ہے یا حجِ افراد یا حجِ قرآن، اگر تمتع ہے اور ہدی ساتھ نہیں لایا تو عمرہ کے افعال سے فارغ ہو  
کر چھوڑی ہوئی سعی کرے اگر حج تمتع ہے اور ہدی لایا ہے یا حجِ قرآن ہے عمرہ کے بعد احرام کے  
ساتھ ہی سعی کرے گا اور اگر حجِ افراد ہے تو طوافِ قدوم کرے بعد سعی کرے گا، چنانچہ صاحب فتح

۳۸۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب الحنایات، ص ۶۱

۳۹۔ رد المحتار علی الدر المختار: ۵۵۳/۲

القدیر کے شاگرد (كما في منحة الخائف للشمسي) علامہ رحمت اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و لو ترك السعي و رجع إلى أهله فأراد العود يعود بإحرام  
جديد و إذا أعاد سقط الدم (۴۰)

یعنی، اگر سعی کو چھوڑ دیا اور اپنے اہل کی طرف لوٹا (یعنی میقات سے نکل  
گیا۔ مناسک ملا علی قاری) پھر مکہ لوٹنے کا ارادہ کیا تو نئے احرام کے ساتھ  
لوٹے گا (یعنی حرم میں داخل ہونے کے لئے۔ مناسک ملا علی قاری) پس  
جب اس نے (چھوڑی ہوئی سعی) کا اعادہ کر لیا تو دم ساتھ ہوگا۔

اس کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

و قدّم تقدّم أنه إذا عاد بإحرام جديد فإن كان بعمره فيأتي أو لا  
بأفعال العمرة، ثم يسعي، وإن كان بحج فيطوف أو لا طواف  
القدوم ثم يسعي بعده (۴۱)

یعنی، پہلے بیان ہوا کہ وہ نئے احرام کے ساتھ لوٹے گا پس اگر عمرے کا  
احرام ہے تو پہلے عمرے کے افعال ادا کرے پھر سعی کرے گا اور اگر حج کا  
احرام ہے تو پہلے طوافِ قدوم کرے پھر اس کے بعد سعی کرے۔

اب یہ مسئلہ کہ سعی چھوڑ کر وطن چلے جانے کے بعد واپس آ کر سعی ادا کر کے دم ساتھ  
کروانا افضل ہے یا اس صورت میں دم دے دینا افضل ہے پھر چاہے واپس آئے یا نہ آئے تو  
فقہاء کرام نے فرمایا ہے ایسی صورت میں دم دے دینا افضل ہے، چنانچہ ”کتاب لا صل“  
میں امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۱۸۹ھ لکھتے ہیں:

و الدم أحب إليّ من الرجوع (۴۲)

یعنی، میرے نزدیک لوٹنے سے دم دے دینا زیادہ پسندیدہ ہے۔

۴۰۔ لباب المناسك، باب الحنایات، فصل في الحنایة في السعي

۴۱۔ المسالك المنقطة لبی المناسك المتوسط، باب الحنایات، فصل في الحنایة في السعي، ص ۳۹۳

۴۲۔ المبسوط، المجلد (۲)، كتاب المناسك، باب السعي بين الصفا والمروة، ص ۲۴۲

## مناسک منیٰ

### آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا اور نو کی رات منیٰ میں گزارنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نو ذوالحجہ کی رات منیٰ میں گزارنا کیا ہے اور اسی طرح آٹھ کے دن کو منیٰ میں جانا کیا ہے اور جو حاجی اس رات کو منیٰ میں گزارے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: نو ذوالحجہ کی رات منیٰ میں بسر کرنا سنت ہے، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة ليلة حجاز و أنساء (۴۵)

یعنی، ۹ ذوالحجہ کی رات اگر مکہ میں بسر کی تو جائز ہے اور اس نے اسامت کی (یعنی بُرا کیا)۔

اس کے تحت ماہی القاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

أى ترك السنة على القول بها فقال الفارسي تبعاً كما في "المحيط" المبيت بها سنة (۴۶)

یعنی، سنت کے قول کی بنا پر ترک سنت کی وجہ سے اسامت لازم آئی ہے، علامہ فارسی نے "محیط" کی اتباع میں فرمایا: منیٰ میں (نو ذوالحجہ کی رات) بسر کرنا سنت ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۴۵۲ھ لکھتے ہیں:

۴۵۔ لباب المناسک، باب عطیہ یوم السابع، فصل فی الرواح

۴۶۔ المسالك المنقسط فی المناسک المتوسط، باب عطیہ یوم السابع من ذی الحجة، فصل فی

الرواح، ص ۲۰۸

المبيت بها فإنه سنة كما في "المحيط" (۴۷)

یعنی، (نو تاریخ کی) رات منیٰ میں بسر کرنا تو وہ سنت ہے جیسا کہ "محیط" میں ہے۔

اور اگر کسی نے یہ رات منیٰ میں بسر نہ کی پھر چاہے وہ یہ رات مکہ میں رہا ہو یا عرفات میں یا کسی اور جگہ، اس نے سنت کے خلاف کر کے بُرا کیا، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة ليلة عرفة و صلى بها الفجر، ثم غدا منها إلى عرفات و مرّ على منى جاز ذلك، و لكنه مسمي فيه، لأن الرواح إلى منى يوم التروية سنة و ترك السنة مكروه إلا للضرورة، ملخصاً (۴۸)

یعنی، اور اگر عرفہ کی رات مکہ میں بسر کی اور نماز فجر وہیں ادا کی پھر وہاں سے عرفات روانہ ہوا اور منیٰ سے گزرا تو اُسے وہ جائز ہوا لیکن وہ اس میں اسامت (بُرا) کرنے والا ہوا، کیونکہ آٹھ ذوالحجہ کو منیٰ جانا سنت ہے اور ترک سنت مکروہ ہے مگر یہ کہ کسی شرعی ضرورت کی وجہ سے ہو۔ (تو مکروہ نہیں)

اور علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی متوفی ۹۹۰ھ لکھتے ہیں:

و إن بات بمكة تلك الليلة حجاز و أنساء (۴۹)

یعنی، اگر وہ رات مکہ میں بسر کی تو جائز ہوا اور اس نے بُرا کیا۔

اور محمد و محمد ہاشم عثوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

۴۷۔ رد المحتار علی الدر المختار، المحتل (۲)، کتاب الحج، فصل فی الإحرام، مطلب: فی الرواح

إلى عرفات، ص ۵۰۲

۴۸۔ المسالك فی المناسک، فصل فی الرواح من مكة إلى منى، ص ۴۸۷

۴۹۔ لباب المناسک، باب عطیہ یوم السابع، فصل فی الرواح

بودن شب عرفہ در منی سنت است، پس اگر توقف نمود شب عرفہ در مکہ یا

در عرفات یا در جائے دیگر اساءت کردہ باشد بسبب ترک سنت (۵۰)

یعنی عرفہ کی رات کو منی میں ہونا سنت ہے پس اگر شب عرفہ مکہ میں ٹھہرا یا  
یا عرفات میں یا کسی اور جگہ تو اس نے ترک سنت کے سبب اساءت کی۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

اگر عرفہ کی رات مکہ میں گزاری اور نویں کو فجر پڑھ کر منی سے ہوتا ہوا

عرفات میں پہنچا تو حج ہو جائے گا مگر ہر اکیا کہ سنت کو ترک کیا۔ (۵۱)

اسی طرح وہ شخص جو رات منی میں تھا مگر طلوع آفتاب سے قبل عرفات کو نکلا اس نے

بھی ہر اکیا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی لکھتے ہیں:

یہ ہیں اگر رات منی میں گزاری مگر صبح صادق ہونے سے پہلے یا نماز فجر

سے پہلے یا آفتاب نکلنے سے پہلے عرفات چلا گیا تو ہر اکیا۔ (۵۲)

اور آٹھ تا ریح دن میں منی کو نکلتا سنت ہے اور اس کا تارک سنت کا تارک ہے، چنانچہ

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

خروج کردن از مکہ بسوی منی در روز ترویہ سنت است پس اگر خروج نہ

کرد و در ان روز اساءت کردہ باشد بواسطہ مخالفت سنت مگر آن کہ

بعذر رہے باشد۔ (۵۳)

یعنی، آٹھ ذوالحجہ کو مکہ سے منی کی جانب نکلتا سنت ہے پس اگر اس روز نہ

نکلا تو ہر اکیا، اس وجہ سے کہ اس نے سنت کی مخالفت کی مگر یہ کہ اس کا نہ

نکلتا کسی عذر (شرعی) کی وجہ سے ہو۔

اور دن میں بھی سورج نکلنے کے بعد منی کو روانہ ہونا افضل ہے اور اگر کوئی طلوع آفتاب

۵۰۔ حیاة القلوب فی زیلۃ السحاب، باب پنجم، فصل چہارم، ص ۱۷۱

۵۱۔ بہار الشریعت، حصہ (۶)، ج ۱، بیان منی کی روانگی اور عرفہ کا قیام، ص ۶۷

۵۲۔ بہار الشریعت، حصہ (۶)، ص ۶۷

۵۳۔ حیاة القلوب فی زیلۃ السحاب، ص ۱۷۱

سے قبل گیا تو بھی جائز ہے اسی طرح زوال کے بعد بھی جائز ہے کیونکہ ظہر کی نماز وہاں پر ہوتی  
ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

(۸ ذی الحج) جب آفتاب نکل آئے منی کو چلو، اگر آفتاب نکلنے کے پہلے

ہی چلا گیا جب بھی جائز ہے، مگر بعد میں بہتر ہے، اور زوال کے بعد بھی

جا سکتا ہے مگر ظہر کی نماز منی میں پڑھے، نیز آگے لکھتے ہیں کہ آج ظہر

سے نویں کی صبح تک پانچ نمازیں یہاں (منی میں) پڑھو، یہاں رات کو

ٹھہرو۔ (۵۴)

اور دیکھا گیا ہے کہ اکثر معلم رات کو ہی حجاج کرام کو منی سے عرفات پہنچا دیتے ہیں اور

گروپ والے بھی یہی چاہتے ہیں کہ ان کے حاجی رات کو ہی عرفات پہنچ جائیں تاکہ دن میں

ٹرینک جام ہونے کے باعث ان کے حاجی پریشان نہ ہوں اور یہ حقیقت ہے کہ جو گاڑیاں نو

تارخ گودیر سے نکلتی ہیں وہ اکثر راستے میں پھنس جاتی ہیں۔ تو ان لوگوں کو چاہئے کہ اپنے معلم

کو مجبور کریں کہ علی الصبح ان کو گاڑی فراہم کرے تاکہ ترک سنت بھی نہ ہو اور بھیڑ میں پھسنے کا

اندیشہ بھی نہ رہے، اگرچہ افضل یہ ہے کہ طلوع آفتاب کے بعد عرفات کو روانہ ہو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء ۶ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۲۸ نومبر ۲۰۰۶ م (F-262)

## گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی راتیں منی میں گزارنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گیارہ اور بارہ

ذوالحجہ کی راتوں میں کوئی حاجی ایک پہر کے لئے بھی منی نہ آئے تو کیا اس پر کچھ واجب ہوگا؟

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ایام رمی کی راتیں منی میں گزارنا



فی المناسک، باب فی رمی الجمار، و أحمد فی "مسندہ"  
(۹۰/۶)، و أبو یعلیٰ فی "مسندہ" و ابن حبان فی "صحیحہ" و

الدارقطنی فی "سننہ" و الحاکم فی "المستدرک"

یعنی، (طواف زیارت کی ادائیگی کے بعد) نبی ﷺ پھر مکہ مکرمہ سے  
منی تشریف لائے اور ایام تشریق کی راتیں وہیں گزاریں۔

اور امام ابو منصور محمد بن کرم بن شعبان کرمانی حنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

لما روی: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ بَاتَ بِبَيْتِ لَيْلَى الرُّمَى" وَهَذِهِ الْبَيْتَةُ  
سَنَّةُ عَنَّا (۵۵)

یعنی، اس لئے کہ مروی ہے: "بے شک نبی ﷺ نے رمی کی راتیں منی  
میں گزاریں" اور یہ راتیں (منی میں) گزارنا ہمارے نزدیک سنت  
ہے۔

اور علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی لکھتے ہیں:

و السَّنةُ أَنْ يَبِيتَ بِمَنْى لَيْلَى أَيَّامِ الرَّمَى (۵۶)

یعنی، سنت یہ ہے کہ حاجی ایام رمی کی راتیں منی میں گزارے۔

اور ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

لَأَنَّ الْبَيْتَةَ بِمَنْى لَيْلَى سَنَّةُ عَنَّا (۵۷)

یعنی، کیونکہ یہ راتیں منی میں گزارنا ہمارے نزدیک سنت ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

وسویں، گیارہویں، بارہویں کی راتیں منی میں بسر کرنا سنت ہے۔ (۵۸)

۵۵۔ السالك في المناسك، المجلد (۱)، فصل في دخول مكة بطواف الزيلة، ص ۹۳

۵۶۔ لباب المناسك، باب طواف الزيلة، فصل إذا فرغ من الطواف

۵۷۔ السالك المنقسط، باب طواف الزيلة، فصل إذا فرغ من الطواف، ص ۶۰

۵۸۔ بحار شریعت، حصہ (۶)، حج کا بیان، طواف فرض، ص ۸۷

لہذا جو شخص ان راتوں میں ایک پہر کو بھی منی نہ آئے وہ تارک سنت ہوگا اور اس کا یہ  
فعل مکروہ ہوگا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب" میں اور ملا علی قاری اس کی شرح میں  
لکھتے ہیں:

"و لو بات" أكثر ليلها في غير منى "كره" أي تنزيهاً، "و لا

يلزمه شيء" أي عتدنا (۵۹)

یعنی، اگر اس نے یہ راتیں منی کے علاوہ اور جگہ گزاریں تو مکروہ تنزیہی  
ہوگا اور ہمارے نزدیک اُسے کچھ لازم نہ ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں:

فبييت بها للرمي أي ليلالي أيام الرمي، هو السنة، فلو بات بغيره  
كره، و لا يلزمه شيء (۶۰)

یعنی، حاجی رمی کے لئے ایام رمی کی راتیں منی میں گزارے گا یہ سنت  
ہے، پس اگر اس نے منی کے علاوہ کسی اور جگہ راتیں گزاریں تو مکروہ نہ  
ہوگا اور اس پر کچھ لازم نہ ہوگا۔

اور کچھ لازم نہ ہونا اس لئے ہے کہ رمی کی راتیں منی میں بسر کرنا واجب نہیں، چنانچہ  
علامہ ظفر الدین ابن الساعاتی متوفی ۶۹۴ھ لکھتے ہیں:

و لا نوجب المبيت في هذه الليالي بمنى و يكره تركه (و قال  
ابن ملك في شرحه: أي ليلالي الرمي، وهي ليلة الحادي عشر،  
و الثاني عشر، و الثالث عشر) (۶۱)

یعنی، ہم ان راتوں کو منی میں بسر کرنا واجب نہیں کرتے (شارح ابن

۵۹۔ السالك المنقسط في المناسك المتوسط، ص ۶۰

۶۰۔ رد المحتار على الدر المختار، المجلد (۲)، كتاب الحج، مطلب، في حكم صلاة العود و

الجمعة في منى، ص ۲۰

۶۱۔ مجمع البحرين، فصل في صفة أعمال الحج، ص ۲۳۱



ملک نے فرمایا: یعنی وہ راتیں یہ ہیں: گیارہ، بارہ اور تیرہ کی رات) اور اس کا ترک مکروہ ہے۔

اور شارح ابن ملک نے منیٰ میں بسر ہونے والی راتوں میں تیرہ کی رات بھی ذکر کی ہے تو تیرہ کی رات منیٰ میں بسر کرنا اس شخص کے حق میں مسنون ہوگا جیسے ۱۲ تاریخ کا سورج منیٰ میں ہی غروب ہو جائے اور کراہت سے مراد ظاہر ہے کہ تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی کہ وہ واجب کے مقابل ہوتی ہے جب کہ منیٰ میں رات کا قیام ہمارے نزدیک سرے سے واجب ہی نہیں بلکہ مسنون ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء ٦ ذي القعدة ١٤٢٧ هـ، ٢٨ نوفمبر ٢٠٠٦ م (F-263)

### گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کا حکم

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ گیارہ اور بارہ کو رمی زوال سے قبل کرنا شرعاً کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص زوال سے قبل رمی کر لے تو وہ رمی شار ہوگی یا نہیں اگر نہیں تو کیا اس پر اس سے شروع وقت میں اعادہ لازم ہوگا اور بعض حنفی علماء کرام زوال سے قبل رمی کو جائز قرار دیتے ہیں ان کے قول کا اعتبار ہوگا یا نہیں؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

بسم اللہ تعالیٰ وتقدس الجواب: گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی کا وقت زوال کے بعد شروع ہوتا ہے اور صحیح، وشہو قول کے مطابق اس سے قبل رمی کی تو درست نہ ہوگی، چنانچہ محمد ومحمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متونی ۴/۱۱۷ھ لکھتے ہیں:

وقت صحت برائے رمی حمرات ثلاثہ در روز ثانی وثالث از ایام نحر وابتداء آن بعد از زوال است پس جائز میخند رمی قبل از وی درین ہر دو روز بر قول صحیح مشہور و مؤختار صاحب "الہدایہ"، و"قاضی خان"، و

"الكافي" و"البدائع" وغيرہم، وروایتی آمدہ کہ جائز است رمی درین دو روز قبل از زوال نزدیکی حقیقتہ رحمہ اللہ تعالیٰ، اگرچہ افضل بعد الزوال است ولیکن ظاہر الروایت قول اول است۔ (۳۰۳)

یعنی، ایام نحر کے دوسرے اور تیسرے روز رمی حمرات کے درست ہونے کے وقت کی ابتداء زوال کے بعد ہے، پس ان دونوں دنوں میں زوال سے قبل رمی صحیح مشہو قول کے مطابق جائز نہ ہوگی اور یہی قول صاحب "الہدایہ"، "قاضی خان"، صاحب "کافی"، اور صاحب "البدائع" و غیرہم کا مختار ہے۔ اور ایک روایت (جو کہ غیر ظاہر الروایت ہے) میں آتا ہے کہ ان دونوں دنوں میں زوال آفتاب سے قبل رمی امام ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کے نزدیک جائز ہے، اگرچہ افضل رمی بعد الزوال ہے، لیکن ظاہر الروایت پہلا قول ہے (جو کہ عدم جواز کا قول ہے)۔

اور "حیاء القلوب" کے حاشیہ میں ہے:

و احتراز فی "المحیط" بقولہ: "فی ظاہر الروایۃ" عما ذکرہ الحاکم فی "المستقی" عن الإمام أنه لو أراد النفر فی اليوم الثالث قبل الزوال حاز له أن یرمی، کذا فی "المبسوط" و کثیر من المعتبرات، وہی روایۃ عن أبي يوسف، کذا فی "شرح الطحاوی" و علی هذه الروایۃ عمل الناس اليوم، و فیہا رحمة الراحۃ من الرحمة (ضیاء الانوار خلاصۃ لتسک النور المختار، شیخ محمد طاهر سنبل المکی علیہ الرحمہ)۔ صحیح آفت کہ مصنف قدس اللہ سرہ نوشت قول ثانی ضعیف و مرجوح است۔ در "غنیۃ الناسک" مصنف سید حسن شاہ مہاجر کی می نویسد: فلا

بحوز قبل الزوال فی ظاہر الروایۃ، و علیہ الجمهور و من أصحاب المتون و الشروح و الفتاوی، قال فی "القبض":  
وهو الصواب ١ هـ و روی حسن الحج وهو خلاف ظاهر الروایۃ، و خلاف النص من فعله عليه السلام، و فعل الصحابة بعده، و قال فی "البدائع": و هذا باب لا يعرف بالقياس بل التوقيف ١ هـ، و قال فی "الفتح": لا يحوز فيهما قبل الزوال اتفاقاً لرحوب اتباع المنقول لعدم المعقولية ١ هـ، قال فی "الدر": ما اتفق عليه أصحابنا فی الروایات الظاهرة یفتی به قطعاً و اختلفوا فیما اختلفوا فيه ١ هـ، و قال الشارح: و الصحيح أنه لا یصح فی المومنین إلا بعد الزوال مطلقاً ١ هـ (٦٣)

یعنی، اور "محیط" میں اپنے قول "فی الظاهر الروایۃ" میں اس سے احتراز کیا جسے حاکم نے "مستقی" میں امام اعظم سے ذکر کیا کہ اگر حاجی تیسرے دن زوال سے قبل گوج کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ رمی کر لے، اسی طرح "مبسوط" اور کثیر معتبرات میں ہے کہ یہ امام ابو یوسف سے ایک روایت ہے اسی طرح "شرح الطحاوی" میں ہے۔ اور اس پر آج لوگوں کا عمل ہے اور اسی میں زحمت سے راحت ہے (ضیاء البصائر حاشیہ نسک در مختار للشیخ محمد طاہر سنبل مکی حنفی علیہ الرحمہ) اور صحیح وہی ہے جسے مصنف (مخدوم محمد ہاشم) قدس سرہ نے ذکر کیا، و مرقا قول ضعیف اور مرجوح ہے۔ "غنیۃ الناسک" مصنفہ سید حسن شاہ مہاجرکی میں لکھتے ہیں: پس ظاہر الروایۃ میں رمی قبل الزوال جائز نہیں ہے اور اصحاب

مکون و شروح اور فتاوی سے جمہور علماء اسی پر ہیں۔ "قبض" میں فرمایا: یہی صواب ہے اھ اور حسن بن زیاد نے روایت کیا ہے الحج (امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ سے کہ اگر وہ ایام نحر کے تیسرے روز (یعنی بارہ ذوالحجہ کو) گوج کرنے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ زوال سے قبل رمی کر لے، اگر چہ زوال کے بعد رمی کرنا افضل ہے اور جو شخص اس روز گوج کا ارادہ نہیں رکھتا اس کے لئے زوال سے قبل رمی کرنا جائز نہیں ہے۔ غنیۃ الناسک باب رمی الحمار، ص ۱۸۱) اور وہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے اور حضور ﷺ کے فعل اور آپ کے بعد آپ کے صحابہ کرام کے فعل کی تصریح کے خلاف ہے اور "بدائع" میں فرمایا یہ باب (یعنی حج کا باب) قیاس سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ توقيف سے پہچانا جاتا ہے اھ اور "فتح القدير" میں فرمایا ان دونوں دنوں میں رمی زوال سے قبل بالاتفاق جائز نہیں کیونکہ معقولیت نہ ہونے کی وجہ سے منقول کی اتباع واجب ہونے کے سبب (رمی قبل الزوال جائز نہیں) اھ اور "در مختار" میں فرمایا: روایات ظاہرہ جس پر ہمارے اصحاب نے اتفاق کیا قطعاً اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اور فقہاء کا فتویٰ دینے میں ان روایات کے بارے میں اختلاف ہے جن میں ہمارے اصحاب نے اختلاف کیا اھ ("در مختار" کی یہ عبارت "غنیۃ الناسک" کے مطبوعہ نسخے میں اس مقام پر نہیں ہے۔ یعنی) اور شارح نے فرمایا: اور صحیح یہ ہے کہ رمی ان دونوں گیارہ اور بارہ تاریخ میں مطلقاً درست نہیں مگر زوال کے بعد۔

اور علامہ سراج الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۵۰ھ صاحب کنز کے قول "فارم الحمار الثلاث فی ثانی النحر بعد الزوال" (پھر یوم نحر کے دوسرے روز زوال کے بعد تینوں جہرات کی رمی کر) کے تحت لکھتے ہیں:

بیان لأول وقته، وهذا هو المشهور عن الإمام

یعنی، (مصنف کا یہ قول ان دنوں میں) رمی کے اول وقت کا بیان

(ہے) اور امام اعظم (کے اقوال میں) سے مشہور (قول) ہے۔

پھر امام اعظم سے غیر مشہور قول کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

والظاهر الأول (۶۴)

یعنی، ظاہر الروایت پہلا قول ہے۔

لہذا بہر صورت ان دونوں کی رمی قبل الزوال صحیح نہ ہوگی۔

جب فقہاء کرام نے صراحت لکھا ہے کہ یوم نحر کے دوسرے اور تیسرے روز صحت رمی کا ابتدائی وقت زوال آفتاب کے بعد سے ہے اور اس سے قبل رمی درست نہ ہوگی تو ظاہر تو یہی ہے کہ جب رمی درست نہ ہوئی تو اعادہ لازم ہوا اور وقت میں اعادہ نہ کرنے کی صورت میں دم لازم ہو مگر کُتُب فقہ خصوصاً کُتُب مناسک میں ایسی صورت میں دم کا لازم ہونا نظر سے نہیں گزرا۔ اور بعض حنفی علماء کا ۱۲۰۱۱ کی قبل زوال رمی کو جائز کہنا ہرگز ہرگز درست نہیں، ان کا یہ قول قابل اعتبار نہیں کیونکہ کُتُب فقہ میں تصریح موجود ہے کہ قبل زوال رمی کا درست نہ ہونا ظاہر الروایت ہے اور ظاہر الروایت کے بارے میں علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

معناه ما كان من المسائل في الكتب التي رويت عن محمد بن

الحسن رواية ظاهرة يقتضي به وإن لم يصرحوا بتصحيحه (۶۵)

یعنی، ظاہر الروایت کا معنی یہ ہے کہ وہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہو جو ان

کُتُب میں ہے جنہیں امام محمد بن حسن شیبانی سے روایت ظاہرہ کے

ساتھ روایت کیا گیا ہے، اسی پر فتویٰ دیا جائے گا اگرچہ انہوں نے اس

(مسئلہ) کی تصحیح کی صراحت نہ کی ہو۔

ہاں ایک صورت ہے کہ جب مسئلہ تو کُتُب ظاہر الروایہ میں مذکور ہو اور فقہاء کرام نے دوسری روایت کی تصحیح کی ہو جو ظاہر الروایہ کُتُب کے غیر میں مروی ہو تو اس وقت اس کا اتباع ہوگا کہ جس کی فقہاء کرام نے تصحیح کی، چنانچہ لکھتے ہیں:

نعم لو صححوارواية أخرى من غير كتب ظاهر الرواية يتبع

ما صححوه (ص ۱۲۴)

یعنی، ہاں اگر دوسری روایت کی تصحیح کی غیر کُتُب ظاہر الروایہ سے اس کا

اتباع کیا جائے جس کی تصحیح کی ہو۔

اور ظاہر الروایت میں غالب یہی ہوتا ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ (امام اعظم، ابو یوسف اور محمد حسن) کا قول ہو یا ان کے بعض کا قول ہو:

لكن الغالب المشائع في ظاهر الرواية أن يكون قول الثلاثة أو

بعضهم (ص ۱۶)

یعنی، لیکن ظاہر الروایہ میں غالب اور شائع ہے کہ وہ ائمہ ثلاثہ یا ان میں

سے بعض کا قول ہو۔

لیکن اس کے لئے ایک قاعدہ ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

و ذكر المحقق ابن الهمام كما في فتاوى تلميذه العلامة قاسم

أن ما لم يحك محمد فيه خلافاً فهو قولهم جميعاً (ص ۱۹)

یعنی، محقق ابن ہمام نے ذکر کیا جیسا کہ ان کے شاگرد علامہ قاسم کے

”فتاویٰ“ میں ہے جب تک اس مسئلہ میں امام محمد اختلاف کی حکایت نہ

کریں تو وہ ان سب (یعنی ائمہ ثلاثہ امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام

محمد) کا قول ہوتا ہے۔

اور اور علامہ حسن بن منصور اور چندی قاضیان متوفی ۵۹۳ھ (۶۶) لکھتے ہیں اور ان سے

علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی متوفی ۸۷۹ھ (۶۷) اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی

۶۶۔ (فتاویٰ قاضیخان علی ہامش الفتاویٰ الہندیہ، المجلد (۱)، ص ۳)

۶۷۔ و المنصحيح و الترجيح على مختصر القدوري، مقدمة المؤلف، ص ۱۲۴۔ ۱۲۵

۶۴۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الإحرام، ص ۹۱

۶۵۔ مجموع رسائل ابن عابدين، شرح الرسالة المشاة يعقود رسم المغنى، ص ۱۶

(۶۸) نقل کرتے ہیں:

المفتی فی زماننا من أصحابنا إذا استفتی فی مسئلة و سئل عن واقعة إن كانت المسئلة مروية عن أصحابنا فی الرواية الظاهرة بلا خلاف بينهم فإنه یقبل إلیهم و یفتی بقولهم و لا یخالفهم برأیه و إن کان محتجاً متفقاً، لأن الظاهر أن یكون الحق مع أصحابنا و لا یعدوهم، و إحتیاده لا یبلغ إحتیادهم و لا ینظر إلی قول من خالفهم و لا یقبل حجة الحج

یعنی، ہمارے زمانے میں ہمارے اصحاب میں سے مفتی سے جب کسی بارے میں فتویٰ طلب کیا جائے یا کسی واقعہ کے بارے میں پوچھا جائے تو مسئلہ اگر ہمارے اصحاب سے ان کے آپس میں کسی اختلاف کے بغیر روایت ظاہرہ میں مروی ہو تو وہ ان کی طرف مائل ہوگا، اُن کے قول پر فتویٰ دے گا اور اپنی رائے سے اُن سے اختلاف نہیں کرے گا اگرچہ وہ (خود) مجتہد متقن ہو، کیونکہ ظاہر ہے کہ حق ہمارے اصحاب کے ساتھ ہے تو وہ ان سے تجاویز نہیں کرے گا اور اس کا اجتہاد اُن کے اجتہاد کو نہیں پہنچتا اور جو اُن کی مخالفت کرے اس کے قول کی طرف نظر نہ کی جائے اور اس کی حجت قبول نہ کی جائے۔

اس سے ثابت ہوا کہ مقلد اگر مجتہد ہو تو اُسے بھی ظاہر الروایت کا خلاف جائز نہیں، جب اس مقلد کے لئے یہ حکم ہے جو مجتہد بھی ہے تو پھر مقلد محض کے لئے بھلا ظاہر الروایت کا خلاف کیسے جائز ہو سکتا ہے، لہذا اس مسئلہ میں ظاہر الروایت پر یہی عمل ہوگا۔

اور اگر کوئی یہ کہے کہ جواز کا قول بھی امام اعظم سے ایک روایت ہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ اس سے انکار نہیں کہ فقہاء کرام نے بھی یہی لکھا ہے مگر ساتھ ہی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ عدم جواز کا قول ظاہر الروایت ہے اور امام اعظم سے مشہور روایت ہے۔ اور ظاہر

الروایت اور مشہور قول ہی رائج ہے اور دوسری روایت نواور کی روایت ہے اور غیر مشہور قول ہے اس لئے وہ مرجوح ہے اور مرجوح رائج کے مقابلے میں کالعدم ہوتا ہے چنانچہ علامہ قاسم بن تظلو بنی حنفی لکھتے ہیں:

و المرجوح فی مقابلة الراجح بمنزلة العدم (۶۹)

یعنی، مرجوح رائج کے مقابلے میں عدم کے مرتبے میں ہوتا ہے۔

اور علامہ قاسم حنفی، امام شہاب الدین ابوالعباس احمد بن اوریس قرانی مصری مالکی متونی ۶۸۳ھ کی کتاب "الإحكام فی تمييز الفتاوى عن الأحكام و تصرفات القاضی و الإمام" سے نقل کرتے ہیں:

و إن كان مقلداً حاز له أن یفتی بالمشهور فی مذهبه و أن یحكم به و إن لم یكن راجحاً عنه ..... و إنا اتباع الهوى فی الحكم أو الفتی فحرام إجماعاً، و أما الحكم أو الفتی بما هو مرجوح فحلاف الإجماع اه (۷۰)

یعنی، اور اگر مقلد ہو تو اس کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے مذہب میں (اپنے امام کے) مشہور (قول) پر فتویٰ دے اور اُسی کے ساتھ حکم کرے اگرچہ (وہ مشہور قول) اس کے اپنے نزدیک رائج نہ ہو..... مگر حکم اور فتویٰ میں خواہش کی پیروی تو وہ اجماعاً حرام ہے اور مرجوح قول پر حکم کرنا یا فتویٰ دینا تو یہ اجماع کے خلاف ہے۔

اور جب ان ایام میں غروب آفتاب کے بعد بھی رمی جائز ہے اگرچہ مکروہ ہے کیونکہ ان ایام میں صحت رمی کا وقت بالاتفاق دوسرے دن کے طلوع فجر تک ہے اس لئے دن کی رمی آنے والی رات میں کرے گا تو بھی درست ہو جائے گی اگرچہ غروب آفتاب کے بعد مکروہ ہے چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متونی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

و هو مستند إلى طلوع الشمس من الغد فلورمي ليلاً صح و

كره، كذا في "المحيط" (٧١)

یعنی، وہ (یعنی صحت رمی کا وقت) اگلے روز کے طلوع آفتاب تک ہے لہذا اگر اس نے رات میں رمی کی تو درست ہوگئی، اگرچہ مکروہ ہے۔

اس کے تحت علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

ذكر مثله في "البحر العميق" و "منسك الفارسي"، و

الطبريلسي و يخالفه ما في "لباب المناسك" و "شرح" (أي

المنسك المتقسط) من أنه إذا طلع الفجر فقد فات وقت

الأداء عند الإمام خلافاً لهما و بقي وقت القضاء اتفاقاً في

صريح في أن آخر الرمي في هذين اليومين إلى طلوع الفجر، و

أقر عليه الشارح المرشدي و مثله في "منسك العفيف" و يدل

عليه قول صاحب البدائع فإن آخر الرمي فيها إلى الليل فرمي

قبل طلوع الفجر حاز و لا شيء عليه لأن الليل وقت الرمي في

أيام الرمي لما روينا من الحديث ١ هـ ..... و قول الحدادی فی

"الحوهرة النيرة" فإن رمي بالليل قبل طلوع الفجر حاز و لا

شيء عليه ١ هـ و كان فيه اختلاف الرواية (٧٢)

یعنی، اس کی مثل "البحر العمیق"، "منسک الفارسی" اور "منسک

الطبریلسی" میں ذکر کیا گیا اور جو "لباب المناسک" (یعنی ان سب

میں ہے کہ جواز رمی وصحت رمی کا وقت طلوع آفتاب تک ہے) اور اس

کی شرح میں ہے وہ اس کے مخالف ہے کہ جب (دوسرے دن کی) فجر

٧١- البحر الرائق: ٢/٢٢٨

٧٢- منحة الخائف حاشية البحر الرائق، المجلد (٢)، كتاب الحج، باب الإحرام تحت قول المكثر: ثم

إلى مني فلم يخ و تحت قول البحر: و هو مستند إلى طلوع الشمس، ص ٢٤٨

طلوع ہوئی تو امام اعظم کے نزدیک وقت ادا نوت ہو گیا برخلاف

صاحبین کے اور قضاء کا وقت بالاتفاق باقی رہا اور یہ اس میں صریح ہے

کہ ان دونوں (یعنی گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) میں رمی کا آخری وقت

طلوع فجر تک ہے اور اسی کو شارح مرشدی (یعنی علامہ حنیف الدین)

نے ثابت رکھا اور اسی کی مثل "منسك العفيف" میں ہے اور اسی پر

صاحب بدائع (علامہ علاؤ الدین کاسانی) کا قول دلالت کرتا ہے کہ ان

دونوں میں رمی کا آخری وقت رات تک ہے پس جس نے طلوع فجر سے

قبل رمی کر لی تو جائز ہے اور اس پر کچھ لازم نہیں کیونکہ رات ایام رمی

میں رمی کا وقت ہے اس کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ہم نے روایت کیا

الح اور (علامہ ابوبکر بن علی) حدادی کا "الحوهرة النيرة" میں قول ہے

کہ پس اگر رات میں طلوع فجر سے قبل رمی کر لی تو جائز ہے اور اس پر

کچھ نہیں الح (علامہ شامی فرماتے ہیں) کو کیا کہ اس میں (یعنی، ١٠، ١١،

١٢) ذوالحجہ کو صحت رمی کے آخری وقت میں) روایت کا اختلاف ہے۔

بہر حال ہم متفق علیہ وقت یعنی طلوع فجر کو لے لیں تو بھی گیارہ اور بارہ کو زوال سے

لے کر طلوع فجر تک کافی وقت ہے۔

اور پھر کمزور و ضعیف اور خواتین از دحام کی وجہ سے اگر بعد المغرب یا رات کو رمی کریں

تو ان کے لئے کراہت تنزیہی بھی نہیں ہے تو مرجوح قول پر عمل کر کے اجماع کا خلاف کرنا اور

دوسروں کو یہی فتویٰ دینا سمجھ سے بالاتر ہے۔ باقی رہا امام اہلسنت کے فتاویٰ میں ضرورت کے

تحت زوال سے قبل رمی کے جواز کا ذکر تو اس کے لئے عرض ہے، امام اہلسنت نے اپنے ایک

فتویٰ میں اس کا ذکر کیا اور وہاں جو صورت مذکور ہے وہ فی زمانہ پائی ہی نہیں جاتی اور فی زمانہ

اس کے پائے جانے کا امکان بھی نہیں اور پھر امام اہلسنت نے اسی مقام پر یہ بھی لکھا ہے کہ "یہ

(یعنی گیارہ اور بارہ تاریخ کو زوال سے قبل رمی) ہمارے مذہب ظاہر الروایت میں گناہ



ہے، علماء کرام کو چاہئے کہ وہ خود بھی مذہب میں رائج اور صحیح اقوال پر عمل کریں اور دوسروں کو بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیں۔ اس کے لئے وہ ٹیپ فقہ کا مطالعہ کریں خصوصاً حج پر جانے والے اور وہ جن سے مناسک حج کے بارے کثرت سے سوال ہوتے ہیں وہ فقہ حنفی کی ٹیپ میں مناسک حج و عمرہ کے مسائل کا ضرور مطالعہ رکھیں پھر بھی کسی مسئلہ کے بارے میں علم نہ ہو تو ٹیپ کی طرف مراجعت کریں ٹیپ میسر نہ آنے کی صورت میں ایسے علماء کی طرف خود رجوع کریں کہ جن کی مناسک پر اچھی نظر ہو پھر مسائل کو وہ مسئلہ بتائیں ورنہ مسائل کو دوسرے حنفی عالم کی طرف بھیج دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۱۷ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۹ دسمبر ۲۰۰۶ م (276-F)

## غروب آفتاب کے بعد رمی کا حکم؟

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کیا کوئی شخص شرعی عذر کے بغیر صرف جہوم کی وجہ سے ۱۰ اذوالحجہ کی رمی غروب آفتاب کے بعد کر سکتا ہے؟  
(السائل: محمد انضال عطاری، برنس روڈ، کراچی)  
باسمہ سبحانہ و تعالیٰ و تقدس الجواب: رمی اپنے وقت میں کرنا واجب ہے اور دن تاریخ کی رمی کا آخری وقت ۱۱ اذوالحجہ کی صبح صادق تک ہے اور رات میں رمی کرنا اس شخص کے لئے مکروہ تنزیہی ہے جو معذور نہ ہو اور جو معذور ہو اس کے لئے کراہت باقی نہیں رہتی۔ جیسے بیمار، کمزور اور خواتین وغیرہ۔

علامہ سید محمد اثین ابن عابدین شامی متوفی ۱۳۵۲ھ لکھتے ہیں کہ

ویکروہ للفجر آی من الغروب إلى الفجر وكذا يكره قبل طلوع

الشمس "بحر" وهذا عند عدم العذر الخ (۷۲)

۷۲۔ رد المحتار، المحلل (۲)، کتاب الحج، فصل فی الاحرام، وصفہ المفرد بالحج، مطلب: فی رمی

حجرة العقبة، ص ۱۰۵

یعنی اور غروب آفتاب سے لیکر فجر تک رمی کرنا مکروہ ہے اس طرح سورج نکلنے سے پہلے بھی مکروہ ہے۔ "بحر الرائق" اور یہ کراہت اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔

اور مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں کہ  
”رات میں رمی کرنا اگرچہ مکروہ ہے، مگر عذر کی وجہ سے یہ کراہت باقی نہیں رہتی۔“ (۷۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۲۵ شوال المکرم ۱۴۲۳ھ / ۳۰ دسمبر ۲۰۰۲ء (392-JIA)

## ترک رمی کا حکم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کسی شخص نے رمی نہ کی، کیا اس پر اس واجب کے ترک کے علاوہ اور کوئی دم لازم ہوگا جیسے ترک ترتیب وغیرہ؟  
(السائل: سلیم، کراچی)  
باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مفتی وقار الدین علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:  
مگر ایک دن کی رمی ترک ہونے سے بھی ایک دم اور صرف ایک جمرہ کی رمی ترک ہونے سے بھی ایک دم اور تینوں دنوں کی رمی ترک ہونے سے بھی ایک دم لازم آئے گا۔ لہذا اگر کوئی ایسا عذر ہو جس کی وجہ سے رمی نہیں کر سکتا ہے تو تیسرے دن دم دے گا، اور یہ دم زمین حرم پر دینا ضروری ہے۔ (۷۵)

فقہاء کرام نے ایک دن کی رمی ترک ہو جانے پر بھی ایام رمی گزر جانے کے بعد ترک رمی کا دم دینے کا حکم کیا ہے اس کی وجہ اگر ایک دن کی رمی ترک ہوئی اور اس نے دم دے دیا

۷۴۔ وقار الفتاویٰ، المجلد (۲)، کتاب المناسک، رمی کا بیان، رمی میں ما سبب مانے کی شرعی حیثیت، ص ۳۶۱

۷۵۔ وقار الفتاویٰ، ۳/۳۶۱



پھر خدا نخواستہ دوسرے یا تیسری دن کی رمی بھی ترک ہوگئی تو دوسرا دم دینا پڑے گا، اسی طرح اگر ایک دن کی رمی ترک ہو جانے پر دم دے دیا اور دوسرے دن پھر رمی نہ کر سکا تو اس نے اس دن کا دم دے دیا پھر اگر تیسرے دن بھی رمی نہ کی تو تیسرا دم پھر دینا ہوگا۔ اور اگر رمی ایک دن کی یا دونوں کی یا تینوں دنوں کی ترک ہوئی اور ایام رمی گزرنے کے بعد اس نے دم دیا تو ایک ہی دم کافی ہوگا رمی چاہے ایک دن کی ترک ہوئی ہو یا تینوں دنوں کی۔

چنانچہ مفتی محمد وقار الدین لکھتے ہیں: رمی ایک دن کی چھوٹ جائے یا تینوں دنوں کی، ایک شیطان کی چھوٹ جائے یا تینوں کی، ایک قربانی واجب ہوگی، اور یہ قربانی زمین حرم پر کرنا واجب ہوگی۔ (۷۶)

علامہ عبداللہ بن محمود موصلی حنفی متوفی ۶۸۳ھ لکھتے ہیں:

و لو ترك رمي الحمار كلها أو يوم واحد أو حجرة العقبة يوم

النحر فعليه شاة (۷۷)

یعنی، اگر تمام حمرات کی رمی ترک کی یا ایک دن کی یا یوم نحر میں جمرہ عقبہ کی (تمام صورتوں میں) اس پر بکری (دم کے طور پر ذبح کرنا) لازم ہے۔

اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

معناه: أنه تركها حتى غربت الشمس من آخر أيام التشريق، لأنه ترك واجباً من جنس واحد، وإن لم تغرب الشمس يرميها على الترتيب، لكن يحب الدم لتأخيرها عنده ..... وترك رمي يوم واحد عبادة مقصودة، وكذا حجرة العقبة يوم النحر

فتحب شاة (۷۸)

۷۶۔ وقار الفتاویٰ، جلد (۲)، کتاب المناسک، بی کایان، ص ۳۶۱

۷۷۔ المختار: ۲۱۱/۱

۷۸۔ کتاب الاعتبار لتعلیل المختار، المجلد (۱)، کتاب الحج، باب الحایات، ص ۲۱۱

یعنی، اس کا معنی یہ ہے اس نے رمی کو ترک کر دیا یہاں تک کہ ایام تشریق کے آخری یوم کا سورج غروب ہو گیا، کیونکہ اس نے ایک ہی جنس کا واجب ترک کیا اور اگر سورج غروب نہ ہوا تو ترتیب کے ساتھ رمی کرے گا، لیکن (اس صورت میں) رمی میں تاخیر کی وجہ سے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک دم واجب ہے برخلاف صاحبین کے اور ایک دن کی رمی کا ترک عبادت مقصودہ (کا ترک) ہے، اس طرح یوم نحر میں جمرہ عقبہ کی رمی (عبادت مقصودہ ہے اور اس کے ترک عبادت مقصودہ کا ترک ہے) تو (بطور دم) بکری (کا ذبح کرنا) واجب ہے۔

اور تمام صورتوں میں ایک ہی دم لازم آنے کی وجہ یہ ہے کہ جنایات ایک ہی جنس کی ہیں، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

إنما قلنا إنه يكفيه دم واحد لأن الزمان كله من جنس واحد صورةً ومعنى، فصار كأنه ترك عبادةً واحدةً عن وقتها، فيكفيه دم واحد. (۷۹)

یعنی، ہم نے کہا اسے ایک دم کافی ہے کیونکہ (رمی کا) کل زمانہ صورت اور معنی ایک جنس ہے، تو یہ ایسے ہو گیا گویا اس نے ایک عبادت کو اپنے وقت سے ترک کیا تو اسے ایک دم کافی ہے۔

اور فقہ ابو الفتح ظہیر الدین الہولوی متوفی ۵۴۰ھ لکھتے ہیں:

و الرميات جنس واحد صورةً ومعنى، إذا اجتمعت صارت كحناية واحدة فيكفيه دم واحد. (۸۰)

یعنی، رمیاں صورت اور معنی ایک جنس ہیں، جب جمع ہو گئیں تو ایک جنایت کی مثل ہو گئیں تو ایک دم کافی ہے۔

۷۹۔ المسالك في المناسك، المجلد (۲)، فصل في حنايات عرفة و مزدلفة و منى، ص ۷۸۰

۸۰۔ الفتاویٰ الہولوی، المجلد (۱)، کتاب الحج، الفصل الرابع، ذکر ایام رمی الحمار، ص ۲۵۹

اور علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم ابن کیم متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

إنما اكتفى بدم واحد بترك كل الرمي لإتحاد الحسن كما في

الحلق (۸۱)

یعنی کل رمی کو ترک کرنے پر ایک ہی دم کافی ہے کیونکہ جنس متحد ہے۔

لہذا ایسا حاجی جس نے رمی نہ کی ہو اسے چاہئے کہ لایم رمی گزرنے کے بعد حرم میں دم

دے چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و عليه دم واحد في قول أصحابنا جميعاً (۸۲)

یعنی، اگر لایم تشریق کے آخری دن کا سورج غروب ہو گیا اس سے رمی

ساقط ہوگئی اور ہمارے جمیع اصحاب (احناف) کے قول میں اس پر ایک

دم لازم ہو گیا۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ رمی واجب ہے اور واجب کا بلاعذر ترک کرنا گناہ ہے تو بلا

عذر ترک رمی کی بنا پر جو گناہ لازم آیا وہ دم دینے سے معاف نہیں ہوتا بلکہ اس کے لئے سچی توبہ

بھی کرنا ضروری ہے اور پھر ہر دن بلکہ ہر جمرہ کی رمی کا ترک ایک الگ گناہ ہے۔ کسی شخص سے

ایک دن کی رمی بلاعذر ترک ہوئی جس سے وہ گنہگار رہا تو اس نے اس گناہ کی معافی کے لئے

توبہ کی اور توبہ کی شرط ہے کہ وہ اس گناہ کے دوبارہ نہ کرنے کا سچا ارادہ رکھتا ہو اور دوبارہ وہ

گناہ نہ کرنے کے پختہ عزم کے ساتھ توبہ کرے اور یہ شخص جب توبہ کرے گا تو یہی کہے گا یا اللہ

اس دن کی رمی میں نے چھوڑ کر گناہ کیا تو مجھے معاف فرما دے اور اس کا عزم مصمم یہ ہونا

چاہئے کہ آئندہ یہ گناہ نہیں کروں گا جب وہ اس طرح توبہ کرے گا تو دوسرے اور تیسرے روز

کی رمی کو کبھی بھی بلاعذر نہیں چھوڑے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے حدود حرم میں وعدہ کر چکا ہے اور

ایک مسلمان عزت و حرمت والے دنوں میں عظمت والے مقام پر بڑی شان والے رب سے

کیا ہوا وعدہ ایک ہی دن بعد یا دو دن بعد توڑنے کی جسارت نہیں کرے گا۔

۸۱۔ التہر الفائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الحنایات، ص ۱۶۹

۸۲۔ المسالك في المناسك: ۷۸۰/۲

اور علماء کرام خصوصاً حج کی تربیت کرنے والوں اور حج و عمرہ کے بابت میں مسائل

بتانے والوں کو چاہئے کہ لوگوں میں خصوصاً مالداروں میں جو سوچ پیدا ہو رہی ہے کہ واجب ہی

تو ہے دم دے دیں گے اس طرح وہ اس واجب کو ترک کر دیتے ہیں۔ اس غلط اور فاسد سوچ

کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں ورنہ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ لوگ حج کے صرف دو رکن ادا

کریں گے باقی تمام واجبات کے تارک ہو جائیں گے ان کو بتائیں کہ تم دم دے کر ترک

واجب کا تدارک تو کر لو گے مگر عمداً قصداً بلاعذر ترک پر جو اللہ واحد القہار ناراض ہوا اور تم

گنہگار ہوئے اس کا کیا کرو گے جس مال پر تم اترا تے ہوئے بر ملا ترک واجب کا ارتکاب کر

رہے ہو اور اس پر دلیر ہو رہے ہو وہ مال اللہ تعالیٰ ہی کا دیا ہوا ہے کہ جس کی تم نافرمانی کرتے

ہو، جسے تم ناراض کرتے ہو، اس نے اگر تمہیں مالدار سے مفلس کر دیا اور تم کوڑی کوڑی کے

محتاج ہو گئے تو کیا کرو گے۔ اس لئے تم اپنی اس منفی سوچ کو ترک کر دو۔ اور پھر ترک واجب پر

لازم آنے والے گناہ کا ایک ہی حل ہے کہ تم سچی توبہ کرو اور سچی توبہ یہی ہے کہ تم آئندہ وہ گناہ

نہ کرنے کے عزم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور رو رو کر گڑ گڑا کر التجا کرو اپنے گناہ کی معافی

مانگو۔ اس طرح ان کی تربیت کی جائے انہیں سمجھایا جائے تو امید ہے کہ یہ منفی سوچ ختم ہو

جائے اور ہمارے یہاں کے عام لوگ وہاں دوسروں کو دیکھ کر بہت جلد ان کا اثر لیتے ہیں۔

ان میں کچھ امور تو اچھے ہوتے ہیں مگر اکثر غیر مستحسن جیسے غیر احرام میں ننگے سر نماز، احرام میں

سلائی والے کپڑے وغیرہ یا تو اس بارے میں بھی عازمین حج و عمرہ کی اصلاح ضروری ہے، اللہ

تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۷ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۲۹ نومبر ۲۰۰۶م (266-F)

## منی میں غسل کی صورت

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر حیض کا

اختتام منی میں ہو تو عام روٹین میں عورت کو اسی وقت نہانا ہوتا ہے وہاں غسل خانوں کی نوعیت

کے پیش نظر عورت کیا کرے؟

(السائل: خواتین از لیبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: منی، عرفات یا مزدلفہ میں ادا کئے جانے والے مناسک حج میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو حالت حیض میں یا حیض ختم ہونے کے بعد غسل نہ کرنے کی حالت میں ادا نہ ہو سکے اور نماز کی ادائیگی حالت حیض میں ویسے ہی ممنوع ہے اور حیض کے ختم ہونے کے بعد نماز ادا کرنے کے لئے عورت پر فرض ہے کہ وہ غسل کرے کیونکہ بغیر غسل کے نماز نہ ہوگی اور وہاں موجود غسل خانوں میں غسل کیا جاسکتا ہے صرف نماز کے اوقات میں رش ہوتا ہے دیگر اوقات میں بھی نہیں ہوتی اور جہاں تک غسل خانوں میں بدن یا کپڑوں کے مپاک ہونے کا احتمال ہے تو اس کے لئے غسل سے قبل غسل خانے کو پانی سے دھویا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ۴ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۴ دسمبر ۲۰۰۶ م (318-F)

منی میں غسل فرض ہونے کی صورت میں تیمم کرنے کا حکم

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ سردی کا موسم ہے اور منی میں گرم پانی موجود نہ ہو تو ایک خاتون کا کہنا ہے ٹھنڈے پانی سے جوڑوں کا درد شروع ہو جاتا ہے اور جسم اکڑ جاتا ہے جس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے اب اُسے اگر ماہواری کے بندہ ہونے پر غسل کرنا ہو تو کس طرح پاک ہوگی، کیا تیمم کی اجازت ہے؟

(السائل: خاتون از لیبیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ وتقدس الجواب: صورت مسئلہ میں سوال سے ظاہر ہے کہ ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے گرم پانی نہیں کرتا تو اس صورت میں گرم پانی سے غسل ضروری ہوگا، تیمم جائز نہیں اور فی زمانہ موسم سرما میں منی میں گرم پانی موجود ہوتا ہے اگر زیادہ گرم نہ ہو

تو ٹھنڈا بھی نہیں ہوگا اور اگر غسل خانہ میں موجود پانی گرم نہ ہو تو پانی گرم کیا جاسکتا ہے۔ پھر بھی شک ہو کہ گرم پانی میسر آئے گا یا نہیں تو ایک عدد بالٹی یا ٹب اور ایک شرک بیئر ساتھ لے جایا جاسکتا ہے، اور وہاں پر بجلی موجود ہوتی ہے اس سے پانی گرم کیا جاسکتا ہے اور پھر چند خیموں کے بعد ایک کچن بنا ہوا ہے جہاں ایم منی میں کھانا وغیرہ پکتا ہے عورت اپنے حُرُم کے ذریعے وہاں سے پانی گرم کروا سکتی ہے۔ یہ بھی نہ ہو تو اگر عورت منی میں ہے تو منی سے مکہ دہ نہیں مکہ ۲ کر غسل کر سکتی ہے بہر حال اُسے غسل کرنا ہوگا۔ ہاں اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں گرم پانی کے حصول پر قدرت نہ ہو اور ٹھنڈا پانی ضرور دیتا ہو تو تیمم جائز ہوگا۔ اس صورت میں غسل کے لئے تیمم کرنا جائز ہوگا اور گرمی کے موسم یا گرمی کے وقت پانی ضرور نہ دیتا ہو تو ایسے وقت میں تیمم کرنا جائز نہ ہوگا بلکہ غسل لازم ہوگا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے اور گرم پانی نقصان نہ کرے تو گرم سے وضو اور غسل ضروری ہے، ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نذرل سکے تو تیمم کرے۔ یونہی ٹھنڈے وقت میں وضو یا غسل نقصان کرتا ہے اور گرم وقت میں نہیں، تو ٹھنڈے وقت تیمم کرے اور پھر جب گرم وقت آئے تو آئندہ نماز کے لئے وضو کر لیا جائے جو نماز اس تیمم سے پڑھ لی

اس کے اعادہ کی حاجت نہیں۔ (۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ۴ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۴ دسمبر ۲۰۰۶ م (321-F)

## مناسک عرفات

### وقوف عرفہ اور رویت ہلال

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بسا اوقات حکومت ذوالحجہ کا چاند کا اعلان غلط کر دیتی ہے بعد میں معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے دس (۱۰) ذوالحجہ کو قوف عرفہ کیا ہے حالانکہ قوف عرفہ تو نو (۹) ذوالحجہ کو ہوتا ہے، اس صورت میں لوگوں کے حج کا کیا ہوگا جب کہ اب تک ارک بھی ممکن نہیں ہوتا اور اگر اگلے سال حج کا حکم دیا جائے تو عظیم حرج واقع ہو جاتا ہے۔ اور اگر لوگوں نے حکومت کے اعلان پر آٹھ (۸) کو قوف عرفہ کیا تو آٹھ (۸) تاریخ کو یا نو کی دوپہر سے قبل شرعی طور پر رویت کا ثبوت ملا جس کے مطابق عرفہ اگلا دن ہے اور جس دن لوگوں نے قوف کیا تھا وہ آٹھ (۸) تاریخ ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟

اگر دوسرے دن عرفات کے قوف کا حکم کیا جائے تو اس میں بھی بہت مشقت ہے، ظاہر ہے کہ سب کے سب تو دوسرے دن قوف کے لئے جاتے نہیں اور حکومت کی طرف سے بھی دوسرے دن احرام کے ساتھ عرفات جانے پر پکڑ ہوتی ہے تو ایسی صورت میں تو حاجی مجبور ہو کر رہ جاتے ہیں پھر اگر ان پر دوسرے سال قضاء کا حکم لگایا جائے تو اس میں اور بھی مشقت ہے کہ کتنے حاجی تو دوسرے سال آنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور پھر حکومت پاکستان کی طرف سے ایک عام حاجی پر پانچ سال تک حج کی پابندی ہوتی ہے۔

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: پہلی صورت میں سب کا حج ادا ہو جائے گا اور دوسری صورت میں دوسرے دن قوف سب پر لازم ہوگا، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی الحنفی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

قال: وإذا تبس على الناس هلال ذي الحجة، ووقف الناس بعد أن اكملوا علة ذي القعدة ثلاثين يوماً، ثم تبين أن ذلك اليوم كان يوم النحر فوقفهم صحيح وحتهم صحيح استحساناً لقوله عليه الصلوة والسلام: "حُكِّمَ يَوْمَ نَحْكُو" (۸۴)

جعل وقت الحج، الوقت الذي يقف فيه الناس بالجماعة، لأن هذا مما لا يمكن الاحتراز عنه مع حصول المشقة العظيمة من قطع السفر البعيد و انفاق الأموال الكثيرة، فأن الله رحم هذه الأمة، و حوّر ذلك صيانة لطاعتهم عن الإبطال،

قال ولو وقفوا يوم التروية لا يحزيهم، لأن ذلك مما يمكن التحفظ و الاحتراز عنه، وفيه أداء الطاعة و الفريضة قبل دخول وقتها، بخلاف المسألة الأولى (۸۵)

یعنی، جب لوگوں پر ذوالحجہ کا چاند مشتبہ ہو گیا اور لوگوں نے ذوالقعدہ کے تیس (۳۰) دن پورے کر کے قوف کر لیا پھر ظاہر ہوا کہ وہ دن تو یوم النحر تھا تو ان کا قوف صحیح ہے اور ان کا حج استحساناً صحیح ہے کیونکہ نبی ﷺ کا فرمان ہے: "تمہارا حج اس دن ہے جس دن تم حج کرتے ہو"۔ نبی ﷺ نے اس وقت کو حج قرار دیا جس میں لوگ جماعت کے ساتھ قوف کرتے ہیں، کیونکہ یہ وہ ہے جس سے مشقت عظیمہ، حصول کے سفر بعید طے کرنے، اور اموال کثیرہ خرچ کرنے کے باوجود جس سے احتراز ممکن نہیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس امت پر رحم فرمایا اور بندوں کی طاعت کو ابطال سے بچانے کے لئے اسے جائز فرمادیا



فرمایا اگر لوگوں نے یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کو قیام کیا تو انہیں جائز نہ ہو گا کیونکہ یہ وہ ہے جس سے تحفظ اور اس سے استراحت ممکن ہے اور اس میں طاعت و فریضہ کی ادائیگی، اس فریضہ کا وقت داخل ہونے سے قبل ہے بخلاف پہلے مسئلے کے۔

لہذا پہلی صورت میں حج درست ہو جائے گا اور دوسری صورت کہ قیام آٹھ ذوالحجہ کو کیا بعد معلوم ہوا کہ یوم عرفہ قیام ہے تو سب کو اس روز قیام لازم ہوگا اگرچہ اس میں بھی بڑی مشقت ہے لیکن یہ مشقت اس مشقت سے کم ہے کہ جہاں تک ارک ممکن نہ تھا اس لئے شرع نے تکبر کے امکان اور عدم امکان کا اعتبار کیا جہاں تک ارک ممکن نہ تھا وہاں جو ازکام دیا اور جہاں ممکن تھا وہاں تک ارک کرنے کا حکم دیا اور تکبر یہ ہے کہ دوسرے روز عرفات جانا اور قیام کرنا اور پھر یہ بات بھی یاد رہے کہ کسی آدمی نے بھی کہہ دیا کہ چاند فلاں تاریخ کو ہوا ہے تو اس کا اعتبار کیونکر ہوگا جب تک روایت اور شہادت کے تمام تقاضوں کو مد نظر نہ رکھا جائے ہر کسی کی بات معتبر نہ ہوگی کیونکہ ایک دو کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ پچیس تیس لاکھ عازمین حج کا مسئلہ ہے، لہذا جب تک روایت اپنے تمام شرعی تقاضے پورے نہ کرتی ہو اس کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے اور اس وقت تک نبی ﷺ کے فرمان ”حُجُّكُمْ يَوْمَ تَخُجُّونَ“ تمہارا حج اس دن ہے جس دن تم حج کرتے ہو، پر عمل کیا جائے، ہاں اگر ایسی روایت کی ایسی شہادت آتی ہے کہ جس کا شرعاً اعتبار لازم ہے تو اس روایت کا اعتبار کیا جائے گا اور عازمین حج کو دوسرے دن قیام کرنا لازم ہوگا جیسا کہ مندرجہ بالا عبارات میں مذکور ہے اور ان لوگوں پر اس حج کی قضاء بھی لازم رہے گی اگر اگلے سال نہیں آسکتا تو اس سے اگلے سال آئے، غرض یہ کہ زندگی میں اس کو آنا ہو گا نہ آئے تو مرنے سے قبل حج کی وصیت کرنی ہوگی یہ ایسے ہے جیسے کسی پر حج فرض ہو گیا پھر مالی طور پر کمزور ہو گیا تو فرض تو بہر حال اس پر باقی رہتا ہے چاہے قرض لے کر ادا کرے فرض تو اُسے ادا کرنا ہوگا ورنہ مرنے سے قبل اُسے اس کے لئے وصیت تو کرنا ہوگی۔

یا یوں سمجھیں کہ بالفرض ایک لاکھ ایسے حاجی کسی ملک سے روانہ ہوں کہ جن پر حج فرض

تھا میقات سے قبل کسی ملک میں روک لئے جائیں یہاں تک کہ ایام حج گزر جائیں تو فرض ان پر باقی رہے گا کوئی بھی فرض کے سقوط کا تاکل نہیں اور پھر اگر کسی میقات سے احرام باندھ لیا ہو روکے جائیں تو دم احصا کر بھی دیں گے اور فرض بھی ان پر باقی رہے گا، اگرچہ یہ لوگ زرکثیر خرچ کر کے مشقت عظیمہ اٹھا کر یہاں پہنچے مگر فرض ادا نہ کر سکے، لہذا مشقت کی وجہ سے فرض اگر باقی رہے یا قضاء لازم ہو تو اُسے ساقط نہیں کیا جاسکتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، انوفمبر ۲۰۰۶م (226-F)

### کیا یوم عرفہ ایام حج میں شامل ہے

استفتاء: حج کے مہینے شوال، ذوالقعدہ، اور ذوالحجہ ہیں ان میں ذوالحجہ کا پورا مہینہ ان میں شامل ہے یا اس کے کچھ دن، اگر کچھ دن تو یوم نحر (دس ذی الحجہ) ان میں شامل ہے یا نہیں؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ حج کے مہینے تین ہیں، پہلا شوال، دوسرا ذوالقعدہ اور تیسرا ذوالحجہ ہے، پھر ان کے مابین ذوالحجہ میں اختلاف ہے، امام مالک کے نزدیک پورا مہینہ انھیں حج میں شامل ہے اور احناف اور حنابلہ کے نزدیک ذوالحجہ کے دس دن اشہر حج میں شامل ہیں یعنی انھیں حج کا آخری دن ذوالحجہ کی دسویں تاریخ ہے جسے یوم نحر کہتے ہیں جب کہ شوافع کے نزدیک یوم نحر اس میں داخل نہیں، ان کے نزدیک دسویں تاریخ کی رات انھیں حج کی آخری ہے۔ ہماری دلیل نبی ﷺ کا فرمان ہے کہ:

”يَوْمُ الْحَجِّ الْأَكْبَرُ يَوْمُ النَّحْرِ“ (رواہ ابو داؤد)

یعنی، یوم حج اکبر یوم نحر ہے۔

اور یوم نحر میں حج کا ایک رکن طواف زیارت ادا کیا جاتا ہے اور اس کے علاوہ متعدد اعمال حج اس دن میں ادا ہوتے ہیں جیسے حجرہ عقبہ کی رمی، ذبح، حلق۔ چنانچہ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

و أما يوم النحر: فقد ذكر أبو بكر الرازي ما يدل على أنه من

أشهر الحج (۸۶)

یعنی، مگر یوم نحر تو امام ابو بکر رازی نے ذکر کیا جو اس پر دلالت کرتا ہے کہ یوم نحر انھیں حج میں سے ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۲۹ شوال المحرم ۱۴۲۷ (ھ ۲۲ نومبر ۲۰۰۶ م (۲۲۳-۴))

وقوف عرفہ کا مکمل وقت مسجد نمبرہ کے عرفات سے خارج حصے میں

گزارنے والے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے وقوف عرفہ کا وقت مسجد نمبرہ میں گزاردیا وہ وہیں سے مزدلفہ کو لوٹا جب کہ اس مسجد کا کچھ حصہ عرفات سے خارج ہے تو اس کا یہ رکن ادا ہو گیا یا نہیں اور مسجد نمبرہ کی حقیقت کیا ہے اور یہ دو حصوں میں کیوں ہے؟

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے کہ مسجد نمبرہ کا کچھ حصہ عرفات سے خارج اور کچھ عرفات میں ہے، تو ظاہر ہے کہ اگر وقوف کے وقت سے قبل اس حصے میں گیا جو عرفات سے خارج ہے، اور وقوف کا وقت ختم ہونے کے بعد وہیں سے مزدلفہ کو لوٹا اور اس دوران حمد و عرفات میں بالکل داخل نہ ہوا تو اس کا وقوف نہ ہوا اور وقوف عرفات ہی حج کا وہ اعظم رکن ہے کہ وہ فوت ہو جائے تو حج ہی فوت ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ حصہ جو عرفات سے خارج ہے وہ وقوف کی جگہ نہیں، اگر کسی نے وہاں وقوف کیا تو با اتفاق ائمہ اربعہ یہ وقوف صحیح نہ ہوگا۔ اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ”عرفات کی زمین کے علاوہ کہیں وقوف کیا تو وقوف صحیح نہ ہوگا، چاہے وہاں وقوف عمداً کیا ہو یا بھول کر، جگہ سے

۸۶۔ کتاب النحر، و الزیاد، المجلد (۲) کتاب الحج، مسالہ (۱۳۰۷)، ص ۶۹

واقفیت کی بنا پر ہو یا واقفیت کی بنا پر۔ (۸۷)

اور مسجد نمبرہ کے عرفات سے خارج حصے میں بیٹھنے والے کی چند صورتیں ہیں اور وہ یہ ہیں کہ جو شخص وقوف عرفہ کے وقت میں اس حصے میں داخل ہوا اُسے بہر صورت عرفات کی حدود میں داخل ہو کر مسجد نمبرہ میں داخل ہونا پڑے گا کہ اس مسجد کا دروازہ حمد و عرفات میں ہے، تو جب وہ دروازے سے داخل ہو تو وقوف پایا گیا، یہاں تک کہ اس رات کے کسی بھی حصے میں نکلا تو اس کا وقوف ہو گیا کہ وہ وقت وقوف میں عرفات میں داخل ہوا، اگرچہ ایک لمحہ کے لئے تو وقوف عرفہ ہو گیا کیونکہ میدان عرفات کی حد کے اندر وقوف کے وقت ایک لمحہ کے لئے داخل ہو جانا وقوف کی فرض مقدار کو پورا کر دیتا ہے۔

اور وقوف عرفہ کا وقت امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک ذوالحجہ کے زوال شمس کے بعد شروع ہوتا ہے سوائے امام احمد کے، ان کے نزدیک پورا دن وقوف کا وقت ہے اور اس کا آخری وقت چاروں ائمہ کے نزدیک دس ذوالحجہ کی صبح صادق تک ہے۔ (۸۸)

پھر دیکھا جائے گا کہ وہ حمد و عرفات میں داخل ہونے کے بعد کب نکلا، اگر وہ وقوف کے وقت سے قبل آیا تھا اور غروب آفتاب کے بعد وقوف کے وقت میں نکلا تو فہما ور نہ اگر غروب آفتاب سے قبل نکلا تو اس پر دم واجب ہوگا۔

اور اگر وہ دس ذوالحجہ کی رات کے کسی بھی حصے میں نکلا تو بھی اس کا وقوف ہو گیا کیونکہ وقوف عرفہ کا آخری وقت دس ذوالحجہ کی فجر کا طلوع ہونا ہے چنانچہ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

و قوله في أوانه: وهو من زوال يوم عرفة إلى قبل طلوع فجر

النحر (۸۹)

۸۷۔ حياة القلوب فی زیارة المحبوب، باب ششم در بیان وقوف بعرفات، فصل لول در بیان قدر

مفروض، ص ۱۷۶

۸۸۔ حياة القلوب فی زیارة المحبوب، باب لول، فصل ششم، ص ۱۷۶

۸۹۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج و واجباتہ،

ص ۶۷



یعنی، قیوم عرفہ کا وقت یوم عرفہ کے زوال سے لے کر یوم نحر کے طلوع ہونے سے پہلے تک ہے۔

اور ایک صورت ہے جو فی زمانہ بظاہر ممکن نظر نہیں آتی وہ یہ کہ وہ ۹ تاریخ کو زوال سے قبل داخل ہوا ہو اور ۱۰ تاریخ کی طلوع فجر یا اس کے بعد نکلا تو کہا جائے گا کہ اس کا قیوم فوت ہو گیا کیونکہ قیوم عرفہ حج کا رکن ہے چنانچہ علامہ علاؤ الدین حصکھی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

و الوقوف فی أوانه (۹۰)

یعنی، قیوم کے وقت میں قیوم کرنا حج کا فرض ہے۔ اور اس رکن کے فوت ہو جانے سے حج فوت ہو جاتا ہے۔

اور مسجد کا نام، مسجد نمرہ تو اس مغرب کی سمت ایک چھوٹی پہاڑی ہے جس کا نام نمرہ ہے، اسی مناسبت سے اسے مسجد نمرہ کہا جاتا ہے۔ عرفہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے یہیں ایک خیمہ قائم فرمایا تھا، زوال کے بعد آپ نے قریب ہی وادی عرہ میں خطبہ ارشاد فرمایا، نماز کی امامت فرمائی، پھر جبل رحمت کے قریب چٹانوں کے پاس تشریف لائے، غروب آفتاب تک یہیں دعا میں مشغول رہے، غروب کے بعد مزدلفہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حدیث شریف میں ہے:

وَأَمَرَ بِقَبْلَةٍ مِنْ شَعْبٍ تُضْرَبُ بِنَمْرَةٍ فَسَارَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ وَلَا تَشْكُ فَرِيَشٌ إِلَّا أَنَّهُ وَاقِفٌ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ كَمَا كَانَتْ فَرِيَشٌ تَصْنَعُ فِي الْخَاهِلِيَّةِ، فَأَحَازَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَتَى عَرَفَةَ، فَوَجَدَ الْقَبْلَةَ فَدُضِرَتْ لَهُ بِنَمْرَةٍ فَزَلَّ بِهَا، حَتَّى إِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ، أَمَرَ بِالْقُصَاوِ، فَرَجَلَتْ لَهُ، فَأَتَى بَطْنَ الْوَادِي، فَحَطَبَ النَّاسُ، ثُمَّ قَامَ فَصَلَّى الطُّهْرَ، ثُمَّ أَقَامَ فَصَلَّى الْعَصْرَ، وَلَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا شَيْئًا، ثُمَّ رَكِبَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ حَتَّى أَتَى الْمَوْقِفَ الْح

ملخصاً (۹۱)

یعنی، آپ نے بالوں سے بنے ہوئے ایک خیمہ کو مقام نمرہ میں نصب کرنے کا حکم فرمایا، پھر رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، قریش کو یقین تھا کہ آپ مشعر احرام (مزدلفہ) میں ٹھہر جائیں گے جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں قریش کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ وہاں سے گزر کر عرفات پہنچے، وہاں مقام نمرہ میں اپنا خیمہ نصب کیا ہوا پایا، آپ اس خیمہ میں ٹھہرے حتیٰ کہ سورج ڈھل گیا پھر آپ نے اپنی اونٹنی قصواء کو تیار کرنے کا حکم فرمایا، پھر آپ نے بطن وادی میں آکر لوگوں کو خطبہ دیا، پھر اذان و اقامت ہوئی اور آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی پھر اقامت ہوئی اور آپ نے عصر کی نماز پڑھائی، ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی اور نماز نہ پڑھی، پھر رسول اللہ ﷺ سوار ہوئے یہاں تک کہ قیوم کی جگہ (جبل رحمت کے پاس) آئے الخ

جس جگہ آنحضرت ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور نماز پڑھائی تھی وہاں دوسری صدی ہجری میں یہ مسجد بنا دی گئی، اور رسول اللہ ﷺ نے وادی عرہ میں حج کا خطبہ ارشاد فرمایا تھا اور یہ وادی عرفات سے باہر ہے جیسا کہ فقہاء کرام کی تصریحات سے ثابت ہے، بالآخر اس جگہ جو مسجد بنی وہ بھی عرفات سے باہر تھی۔ بعد میں اس میں توسیع ہوتی رہی، یہی وجہ ہے کہ مسجد نمرہ دو حصوں میں تقسیم ہے، اگلا حصہ عرفات سے باہر ہے اور یہ مسجد کا قدیم حصہ ہے اور پچھلا حصہ عرفات کے اندر ہے اور یہ بعد کی توسیعات ہیں اور یہ مسجد عرفات کی مغربی حد و پر واقع ہے اور اس وقت مسجد کے اندر بھی عرفات کی حد کو واضح کرنے کے لئے بورڈ لگے ہوئے ہیں جس سے حاجی باسانی جان سکتا ہے کہ یہ حصہ عرفات میں ہے یا نہیں۔ اور یہ کہنا کہ حضور ﷺ نے خطبہ جبل رحمت کے پاس دیا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ مندرجہ طور میں مذکور مسلم شریف کی حدیث سے واضح طور پر مذکور ہے کہ آپ نے خطبہ نمرہ کے مقام پر دیا اور نمرہ حد و عرفات سے باہر ہے اور فقہاء احناف نے لکھا ہے کہ عرفات آنے کے بعد امام نے پہلے خطبہ دینا ہے اور پھر ظہر و عصر کی

نمازیں پڑھانی ہیں۔ چنانچہ علامہ علاؤ الدین رحمہ اللہ متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

فبعد الزوال قبل صلاة الظهر خطب الإمام في المسجد

خطبتين كالجمعة الخ (۹۲)

یعنی، (یوم عرفہ) تو زوال کے بعد نماز ظہر سے قبل امام مسجد میں جمعہ کی مثل دو خطبے دے گا۔

اور مسجد سے مراد مسجد نمروہ ہے چنانچہ ”حر“ کی اپنی عبارت کے تحت علامہ شامی لکھتے ہیں:

ثم سار إلى المسجد أي مسجد نمرة (۹۳)

یعنی، اس سے بھی ثابت ہے کہ خطبہ و نماز مسجد نمروہ میں ہے اور اس کا کچھ حصہ عرفات سے خارج ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۱۴ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۶ دسمبر ۲۰۰۶ م (271-F)

### حاجی اور یوم عرفہ کا روزہ

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حاجی کو یوم عرفہ کا روزہ رکھنا چاہئے یا افطار کرنا چاہئے، اگر رکھ لے تو کیا حکم ہے؟

(السائل: عبدالواحد، کراچی)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: بعض فقہاء کرام نے لکھا ہے اگر حاجی سمجھے کہ روزہ اُسے افعال حج کی ادائیگی سے عاجز نہیں کرے گا اور ادائیگی افعال میں اُسے روزے کے سبب نقاہت و کمزوری نہیں ہوگی تو وہ روزہ رکھ لے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور بعض نے لکھا کہ اس صورت میں اس کے لئے روزہ مستحب ہے، اور یہ بھی فرمایا حاجی یوم عرفہ اگر اپنے اندر نقاہت محسوس کرے یا اُسے اس کا خوف ہو اور وہ روزے سے ہو اس

۹۲۔ الدر المختار: ۵۰۴/۲

۹۳۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: الرواح، إلی عرفات، ص ۵۰۴

صورت میں اُسے افطار کرنے کی اجازت ہے کہ بعد میں اس کی قضا کر لے گا اور نقاہت و کمزوری محسوس ہونے یا اس کا خوف ہونے کی صورت میں روزہ رکھنا کمزورہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ علامہ عالم بن العلاء الانصاری متوفی ۷۸۶ھ لکھتے ہیں:

و لا بأس بصوم عرفة وهو أفضل لمن قوى عليه في السفر و الحضر، رواد الحسن، و قدروى فيه نهى، و كذا صوم يوم التروية، و قبل: النهى في حق الحاج إن كان يضعفه أو يخاف الضعف، و في "الذخيرة" الواقف بعرفات إذا كان صائماً و خاف أن يضعفه يفتطر، و في "الفتاوى العتابة" صوم يوم عرفة و التروية مستحب في حق غير الحاج و كذا من لا يخاف الضعف من الحاج (۹۴)

یعنی، یوم عرفہ کا روزہ رکھنے میں کوئی حرج نہیں اور یہ روزہ اس کے لئے افضل ہے جو سفر و حضر میں اس کی طاقت رکھتا ہو، اسے حسن بن زیاد نے روایت کیا، اور اس میں نبی (منع) کو بھی روایت کیا گیا ہے، اسی طرح یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ، اور کہا گیا ہے نبی (ممانعت) حاجی کے حق میں ہے، اگر روزہ اُسے کمزور کرے یا اُسے کمزوری کا خوف ہو اور ”ذخیرہ“ میں ہے کہ عرفات میں وقوف کرنے والا جب روزہ دار ہو اور اُسے خوف ہو کہ روزہ اُسے کمزور کر دے گا تو وہ افطار کر لے (یعنی اس صورت میں اس پر قضا لازم ہوگی) اور ”فتاویٰ عتابیہ“ میں ہے کہ غیر حاجی کے حق میں یوم عرفہ اور یوم ترویہ (یعنی ۸ اور ۹ ذوالحجہ) کا روزہ مستحب ہے، اس طرح حاجیوں میں سے اس حاجی کے حق میں جسے کمزوری کا خوف نہ ہو۔

۹۴۔ الفتاوی الثائر خانیہ، المجلد (۲)، کتاب الصوم، الفصل الثامن فی بیان الأوقات التي يكره فيها

الصوم، ص ۲۹۵

اور علامہ علاؤ الدین حسینی متوفی ۱۱۰۸ھ لکھتے ہیں: وعرفة و لولحاج لم يضعفه اور اس کے تحت علامہ سید محمد ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

صفة لحاج أي كان لا يضعفه عن الوقوف بعرفات، ولا يحل بالذوات "محيط" فلو أضعفه كره (۹۵)

یعنی، مندوب ہے عرفہ کا روزہ اگرچہ حاجی کے لئے جب کہ حاجی کو کمزور نہ کرے (درمختار) یہ حاجی کی صفت ہے یعنی روزہ اگر اُسے قوف عرفات سے کمزور نہیں کرتا اور دعائیں مانگنے میں حائل نہیں ہوتا۔ "محیط" میں ہے اگر اسے کمزور کرتا ہے تو مکروہ (تحریمی کما فی الذر) ہے۔

اور بعض نے لکھا اس روز حاجی کے لئے مسنون یہ ہے کہ وہ روزہ دار نہ ہو، چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

أما سنة فالإغتسال ..... وأن يكون مفطراً الخ (۹۶)

یعنی، مگر قوف عرفہ کی سنتیں پس غسل کرنا ہے..... اور روزہ دار نہ ہونا ہے الخ

اور بعض نے مطلق مکروہ لکھا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یوم عرفہ کی صبح حاجی منی سے عرفات کا سفر کرتا ہے پھر قوف عرفہ اور عصر تا مغرب دعا و مناجات میں رہتا ہے اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب روزہ دار طبعی طور پر کمزوری محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ اس وقت زیادہ محنت نہیں کر پاتا، اس طرح زیادہ بول بھی نہیں پاتا جب کہ اس نے اس وقت قیام کرنا ہے اور پورا وقت دعا و التجائیں گزارنا ہے تو روزہ دار حاجی کے بارے میں قوی امکان اور غالب گمان یہی ہے کہ وہ قیام و دعا میں روزے کی وجہ سے پیدا ہونے والی کمزوری کے سبب اس میں سست پڑ جائے، لہذا اس کے حق میں افضل ہے کہ روزہ نہ رکھے اور غالب کا اعتبار کرتے ہوئے بعض فقہاء نے اس روز

۹۵۔ رد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الصوم، ص ۲۹۱

۹۶۔ الفتاویٰ الہندیہ، المجلد (۱)، کتاب الحج، الباب الخامس فی کیفیہ الحج، ص ۲۲۹

حاجی کے لئے روزہ کو مطلق مکروہ لکھا ہے، اس طرح آٹھ تاریخ کے روزے کو بھی حاجی کے حق میں مکروہ لکھا، چنانچہ علامہ طاہر بن عبد الرشید بخاری حنفی متوفی ۵۳۲ھ لکھتے ہیں:

ويكروه صوم يوم عرفة بعرفات و كذا يوم التروية، لأنه يعجزه عن أداء أفعال الحج (۹۷)

یعنی، عرفات میں یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مکروہ ہے اور اسی طرح یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ کیونکہ روزہ حاجی کو افعال حج کی ادائیگی سے عاجز کر دے گا۔

اور جہت کراہت کو ترجیح اس وجہ سے بھی ہے کہ حاجی کے حق میں اس روز روزہ سے ممانعت حدیث شریف سے ثابت ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

أُمُّ الْمُؤْمِنِينَ صَدِيقَةُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا سَ تَهْتَفِي وَطِبْرَانِي رَجَمَا اللَّهُ رَوَايَتِ كَرْتِے هِیں كَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ عَرَفَةَ كَے رَوزِ رَوزَہ كَ وَ هَزار دَون كَے بَرا بَرد بَنا تَے۔ مَگر حَج كَرنَے والَے پَرجو عَرفات مِیں هِے، اُسَے عَرفَہ كَے دَون كَارَوزَہ مَكرَوه هِے كَ ابوداؤد و نسائي و ابن خزيمة رحمهم الله ابو هريره رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَے رَوايَ هِیں كَ حَضور ﷺ نَے عَرفَہ مِیں رَوزَہ رَكَھنَے سَے مَنع فرمَایا۔ (۹۸)

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷، ۱۱ نوفمبر ۲۰۰۶ م (235-F)

### عرفات میں نوزو الحج کو جمع بین الصلاتین کا حکم

استفتاؤ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ عرفات میں جمع بین الصلاتین کو واجب سے بھی بڑھ کر جانتے ہیں اس جمع کی شرائط اور صحت

۹۷۔ خلاصہ الفتاویٰ، المجلد (۱)، کتاب الصوم، الفصل الخامس فی الحظر و الإباحة، ص ۲۶۴

۹۸۔ بہار شریعت، حصہ (۵)، روزہ کا بیان، روزہ نفل کے فضائل

اقتداء کی شرطیں بھی نظر انداز کر دیتے ہیں، آپ بتائیے کہ یہ جمع ہمارے فقہ میں کیا ہے واجب ہے یا مستحب؟

(السائل: محمد تائب تادری)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: عرفات میں یوم عرفہ نماز ظہر و عصر کو ظہر کے وقت میں جمع کرنا ہمارے نزدیک مستحب ہے جب کہ یہ جمع ان شرائط کے مطابق ہو جن کا پایا جانا اس وقت اور اس مقام پر جمع بین الصلواتین کے لئے ضروری ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وازا نہاست جمع کردن میان نماز ظہر و عصر در وقت بشرطی کہ ذکر آنہا ہم در باب مذکور خواہد آمد (۹۹)

یعنی، حج کے مستحبات میں سے ظہر اور عصر کی نمازوں کا ظہر کے وقت ان شرائط کے مطابق جمع کرنا جو باب مذکور (یعنی باب قیوف) میں ذکر کی جائیں گی۔

اور علامہ محمد سلیمان اشرف لکھتے ہیں:

ظہر اور عصر جمع کرنے کی اجازت آج چند شرائط کے ساتھ ہیں، نو (۹) ذی الحج ہو، مقام عرفات ہو، نماز جماعت کے ساتھ ہو، جماعت کا امام امیر المؤمنین یا اس کا نائب ہو، اگر کسی نے امام کے ساتھ نہیں پڑھی تہا پڑھی یا اپنی جماعت علیحدہ قائم کی تو اس کے لئے جمع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ (۱۰۰) اور لکھتے ہیں:

آج عصر کی نماز قبل از وقت پڑھنا اس وقت جائز ہے جب کہ جمع کی ساری شرطیں پائی جائیں۔ (۱۰۱)

۹۹۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمة الرسالة، فصل سوم، مستحبات حج، ص ۴۸

۱۰۰۔ الحج، مصنف محمد سلیمان اشرف، ص ۱۲۱

۱۰۱۔ الحج، ص ۱۲۱

لہذا اس تاریخ کو اس مقام پر جمع بین الصلواتین تب مستحب ہے جب جمع کی شرائط پائی جائیں اور مستحب کا حکم کیا ہے چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی لکھتے ہیں:

حکم مستحبات آنست کہ حاصل شود مرافعت آنہا را اجر زائد بفعل آنہا اگرچہ اجر او فروتر است از اجر فعل سنت مؤکدہ و فوت می شود اجر بترک آن و لازم نمی آید بترک آن اسانت و کراہت بخلاف سنت مؤکدہ کہ

کراہتہ و اسانت و ترک آن لازم است (۳۹۳)

یعنی، مستحبات کا حکم یہ ہے کہ ان کے کرنے والے کو ان کی ادائیگی پر زائد اجر و ثواب ملتا ہے گو کہ وہ اجر سنت مؤکدہ کے ثواب سے کم ہے اور ان (یعنی مستحبات) کے ترک کر دینے پر زائد اجر نہیں ملتا اور ان کے ترک پر کراہت و اسانت بھی لازم نہیں آتی بخلاف سنت مؤکدہ کے کہ ان کے ترک پر کراہت اور اسانت لازم آتی ہے۔

یہ تو اس صورت میں ہے جب جمع بین الصلواتین کی شرائط پائی جائیں اور فی زمانہ شرائط جمع کا تحقق مشکل ہے اور شرائط کے تحقق کی صورت میں بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ خیمے اکثر اوقات مسجد سے بہت دور ہوتے ہیں، کچھ حاجیوں کو بیس رات میں ہی خیمے تک پہنچا دیتی ہیں اور دن میں ازوہام کی وجہ سے بمشکل خیموں تک پہنچا پاتی ہیں، بسا اوقات ایسے بھی دیکھنے میں آیا کہ حاجی راستوں میں ہی بسوں میں مقید ہوتا ہے اور وہ اگر خیمہ میں ہے تو وہاں سے نکل کر اقتداء امام کے لئے جانا و شوار اور وہیں پر مانک کی آواز پر اقتداء درست نہیں ہوگی، اور پھر خیمہ دور ہے تو صحبت اقتداء کی شرائط محقق نہ تو نمازی نہ ہوگی۔ تو ایک مستحب عمل کے حصول کے لئے عرفہ کے روز میدان عرفات میں فرض نماز کا ترک حماقت کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہی لوگ جو ایک مستحب کے حصول کے لئے بحث و مباحثہ کرتے ہیں سمجھانے پر بھی ماننے کو تیار نہیں ہوتے ان کو دیکھو گے تو ان متعدد سفقوں کو بھی ترک کر دیتے ہیں جو مؤکدہ ہیں اور واجب کے ترک کے لئے بھی بہانے تلاش کرتے ہیں اور لوگوں کی دیکھا دیکھی کئی ایسے کام

کرتے ہیں جو ممنوع ہوتے ہیں اور کئی ایسے کام چھوڑ دیتے ہیں جو سنت یا واجب ہوتے ہیں اور ویل ان کی عوام الناس ہوتے ہیں حالانکہ وہ کسی فعل کے جواز و عدم جواز کی دلیل نہیں ہیں، معیار اسلام نہیں، معیار اسلام قرآن و سنت ہیں اور قرآن و سنت سے مقصود ہدایت ہے اور ہدایت کا حصول اوامر پر عمل اور منہیات سے اجتناب کے ذریعے ہے اور فقہ کے نام سے ان کو مرتب کیا گیا ہے، لہذا ہمیں اپنی فقہ کو دیکھنا ہے نہ کہ کسی اور کو۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۳ دسمبر ۲۰۰۶ م (317-F)

## مناسک مزدلفہ

### شب مزدلفہ میں مغرب و عشاء کا حکم

استفتا شد: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ میں مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھنا یعنی جمع بین الصلاتین کیا ہے؟ نیز بتائیے کہ مغرب و عشاء ملا کر پڑھنے کی صورت میں درمیان میں سنتیں پڑھے یا نہیں اور اگر پڑھے تو کیا حکم ہے؟ اور یہ بھی بتائیے کہ جماعت کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں ہر نماز کے لئے الگ اقامت کہی جائے یا ایک اقامت ہی کافی ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: امام اعظم امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مزدلفہ میں مغرب کی نماز کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں پڑھنا واجب ہے اور ان کی دلیل نبی ﷺ کا قول اور فعل ہے، چنانچہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما مروی ہے، فرماتے ہیں:

”كَفَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ مِنْ عَرَفَةَ حَتَّى إِذَا كَانَ بِالشَّعْبِ نَزَلَ قَبَالَ  
ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يُسَبِّحِ الْوُضُوءَ، فَقُلْتُ لَهُ: الصَّلَاةُ، قَالَ: ”الْصَّلَاةُ  
أَمَامَكَ“ فَرَكِبَ فَلَمَّا حَانَ الْمَوْزِلَةُ نَزَلَ فَتَوَضَّأَ فَاسْبَغَ الْوُضُوءَ،  
ثُمَّ أَقْبَمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ الْحَجَّ (۱۰۳)

یعنی، رسول اللہ ﷺ عرفات سے لوٹے ایک گھنٹی پر اتر کر بول فرمایا  
پھر وضو فرمایا اور خفیف وضو فرمایا، میں نے عرض کی نماز، آپ نے

۱۰۳۔ رواہ البخاری فی ”صحیحہ“ فی کتاب الوضوء، باب إسباغ الوضوء، الحدیث: ۱۳۹، و أيضاً فی باب الجمع بین الصلاتین بالمزدلفہ، و مسلم فی ”صحیحہ“ فی کتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات إلى الحج، الحدیث: ۴۷۶/۱۴۸۰، و اللفظ لمسلم



فرمایا ”نماز کی جگہ تمہارے آگے ہے“ (یعنی مزدلفہ میں) پھر سوار ہوئے جب مزدلفہ آئے تو آپ اترے، آپ نے وضو فرمایا اور مکمل وضو فرمایا پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پڑھی الخ۔

اسی طرح دوسری روایت ہے کہ

عن ابن عمر قال جمع رسول الله ﷺ بين المغرب والعشاء بجمع صلى المغرب ثلاثاً والعشاء ركعتين الخ رواه مسلم في ”صحيحه“ في كتاب الحج، باب الإفاضة من عرفات الخ، الحديث: ١٢٨٨/٢٩

یعنی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں مغرب وعشاء نماز جمع کر کے پڑھی آپ مغرب کی تین رکعات اور عشاء کی دو رکعت پڑھیں۔

تو مندرجہ بالا احادیث میں سے حدیث اسامہ میں ہے کہ جب انہوں نے نبی ﷺ کو نماز مغرب یا دو لائی تو آپ نے فرمایا:

”أَصَلَاةُ أَمَامَكَ“

یعنی نماز کا وقت آگے ہے۔

اس میں اشارہ ہے کہ تاخیر واجب ہے اور تاخیر اس لئے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازوں کو جمع کر کے پڑھا جاسکے اسی لئے جب کوئی راستے میں مغرب پڑھ لے جب تک طلوع فجر نہ ہو اس پر اعادہ واجب ہوتا ہے وہ اس لئے کہ دونوں نمازیں جمع کی جاسکیں اور علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرینی فی حنفی متونی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

هذا إشارة إلى أن التأخير واجب، إنما وجب ليمكك الجمع بين الصلاتين بالمزدلفة فكان عليه الإعادة ما لم يطلع الفجر

ليصير جامعاً بينهما (۱۰۴)

یعنی، یہ اشارہ ہے اس طرف کہ تاخیر واجب ہے اور یہ تاخیر اس لئے واجب ہے کہ مزدلفہ میں دونوں نمازیں جمع کی جاسکیں تو جب تک طلوع فجر نہ ہو تو اس پر اعادہ واجب ہے تاکہ وہ دونوں نمازوں کو جمع کرنے والا ہو جائے۔

اور پھر مشاہدہ یہی ہے کہ ابھی عشاء کا بہت وقت باقی ہوتا ہے لوگ راستے میں ہی نمازیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اور ہمارے حنفی بھائی بھی ان کی دیکھا دیکھی نماز پڑھ لیتے ہیں جب کہ نماز مغرب وعشاء کو عشاء کے وقت مزدلفہ میں پڑھنا واجب ہے تو ایسی صورت میں یہ لوگ ترک واجب کا ارتکاب کرتے ہیں جب یہ لوگ مزدلفہ پہنچ جائیں تو ان پر لازم ہے کہ نماز مغرب راستے میں پڑھنے کی صورت میں اس کا اعادہ کریں اور اگر دونوں ہی راستے میں پڑھ لی تھیں تو دونوں کا اعادہ کریں کیونکہ ان کو راستے میں مغرب نماز پڑھنا جائز نہ تھا، چنانچہ امام ابوالحسن قدوری متونی ۴۲۸ھ لکھتے ہیں:

ومن صلى المغرب في الطريق لم يحز عند أبي حنيفة محمد (۱۰۵) یعنی، جس نے راستے میں نماز مغرب پڑھ لی تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک جائز نہ ہوئی۔

اور جب تک طلوع فجر نہ ہو اعادہ لازم ہے، چنانچہ علامہ قاسم بن قطلوبغا مصری حنفی متونی ۸۷۹ھ لکھتے ہیں:

و عليه إعادتها ما لم يطلع الفجر وقال أبو يوسف يحزیه وقد أساء ورجح في ”الهداية“ وغيرها دليلها واعتماد قولهما المحبوبي والنسفی (۱۰۶)

یعنی، اور جب تک فجر طلوع نہ ہو اس پر (راستے میں پڑھی ہوئی) نماز کا اعادہ واجب ہے اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں راستے میں پڑھی ہوئی

نماز اُسے جائز ہوگئی اور اس نے (راستے میں نماز پڑھ کر) اساعت کا ارتکاب کیا (یعنی بُرا کیا) اور ”ہدایہ“ وغیرہما میں طرفین کی دلیل کو ترجیح دی گئی اور ان دونوں امر کے قول پر محبوبی (نے وثایہ الروایہ میں) اور نسبی نے (کنز الدقائق میں) اعتماد کیا۔

اور اگر کسی نے مزدلفہ آکر راستے میں پرہی نماز کا اعادہ نہ کیا یہاں تک کہ فجر کا وقت شروع ہو گیا تو اعادہ ساقد ہو جائے گا چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و إذا طلع لا يمكنه الجمع فسقطت الإعادة (۱۰۷)

یعنی، فجر طلوع ہو جائے اس کے لئے جمع بین الصلااتین ممکن نہ رہے تو اعادہ ساقد ہے۔

اور ترک واجب وعدم اعادہ کے باوجود ایسے شخص پر دم وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگا کیونکہ یہ واجب اُن واجبات میں سے ہے کہ جن کے ترک پر دم لازم نہیں آئے گا چنانچہ مخدوم محمد ہاشم عثوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

دویم آنکہ ترک کنند تاخیر مغرب برائے جمع اوبا عشاء در مزدلفہ (۱۰۸) یعنی، دوسرا یہ کہ مغرب کو عشاء کے ساتھ مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے مغرب کی تاخیر کو ترک کر دے۔

اور عدم وجوب دم کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اما وجوب دم در ترک تاخیر مغرب برائے جمع اوبا عشاء در مزدلفہ پس بواسطہ آنکہ تصریح واقع شدہ است از ابی حنیفہ بآنکہ چون تاخیر نکرد مغرب در شب مزدلفہ بلکہ ادا کرد ہر نمازی را در وقت خود پس اوترک کرد واجب را در حق نماز مغرب و لیکن چون طالع گشت فجر از شب مزدلفہ منقلب گشت مغرب بجواز و زائل گشت نقصان از وی (۱۰۹)

۱۰۷۔ الہدایہ، المجلد (۲-۱)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۰۸

۱۰۸۔ حیاة القلوب فی زیلۃ المحبوب، ص ۴۵

۱۰۹۔ حیاة القلوب فی زیلۃ المحبوب، مقدمۃ الرسالہ، فصل سبعم، ص ۴۶

یعنی، نماز مغرب کو عشاء کے ساتھ ملا کر مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے مؤخر کرنے کے ترک پر دم کا واجب ہونا اس واسطے سے ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے تصریح واقع ہوئی ہے کہ جب مزدلفہ کی رات مغرب کو مؤخر نہ کرے بلکہ اسے اپنے وقت پر ہی ادا کر لے اور واجب کو ترک کر دے تو اس نے نماز مغرب کے حق میں واجب کو چھوڑ دیا، لیکن شب مزدلفہ کی فجر طلوع ہو جائے تو مغرب کا فرض پھر کے جائز ہو جائے گا اور اس سے (ترک واجب کا) نقصان زائل ہو جائے گا۔

اور مغرب وعشاء کے مابین سترتیں دنوائی کچھ نہیں پڑھے گا کیونکہ مندرجہ بالا سطور میں بیان کردہ حدیث اُسامہ میں ہے:

”قَلِمًا جَاءَ الْمَزْدَلِفَةَ نَزَلَ وَ نَوَضًا وَ أَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ أَقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَصَلَّى الْمَغْرِبَ ثُمَّ أَتَا كُلَّ إِنْسَانٍ بِعَبْرَةٍ فِي مَزَلِهِ ثُمَّ أَقِيمَتِ الْعِشَاءُ فَصَلَّاهَا وَ لَمْ يُصَلِّ بَيْنَهُمَا رواه البخاري و مسلم۔ و اللفظ لمسلم

یعنی، رسول اللہ ﷺ جب مزدلفہ تشریف لائے آپ اُترے، آپ نے وضو فرمایا اور مکمل وضو فرمایا پھر نماز کی اقامت کہی گئی پھر آپ نے مغرب کی نماز پر بھی ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اس کی جگہ بٹھا دیا پھر عشاء کی اقامت کہی گئی آپ نے نماز عشاء پر بھی اور آپ نے ان دونوں (یعنی مغرب وعشاء کے فرائض) کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

تو اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نے مغرب وعشاء کے مابین کوئی نماز نہیں پڑھی، اس لئے فقہاء احناف نے فرمایا کہ حاجی درمیان میں سترتیں نہیں پڑھے گا، چنانچہ امام ابو الحسن علی بن ابی بکر مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

لا يتطوع بينهما لأنه يحل بالجمع (۴۰۱)

۱۱۰۔ الہدایہ، المجلد (۲-۱)، کتاب الحج، باب الإحرام، ص ۱۷۶

یعنی، نماز مغرب و عشاء کے مابین نفل نہیں پڑھے گا کیونکہ یہ جمع کو نفل ہے۔

اور رسی یہ بات کہ یہاں پر دونوں نمازیں ایک اذان اور ایک اقامت یا ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی جائیں گی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حاجی اس روز مغرب و عشاء ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ عشاء کے وقت میں ادا کرے گا، علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

و لنا رواية جابر رضى الله عنه "أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ جَمَعَ بَيْنَهُمَا بِأَذَانٍ وَاقَامَةٍ وَاجْتَمَعَ" وَلَئِنْ الْعِشَاءُ فِي وَقْتِهِ فَلَا يَفْرَدُ بِالْإِقَامَةِ إِعْلَامًا بِخِلَافِ الْعَصْرِ بِعَرَفَةٍ لِأَنَّهُ مُقَدَّمٌ عَلَى وَقْتِهِ فَأَفْرَدَ بِهَا لِرِيَادَةِ الْإِعْلَامِ (۱۱۱)

یعنی، (اگرچہ مندرجہ بالا حدیث میں دو اقامتوں کا ذکر ہے مگر) ہماری دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "نبی ﷺ نے مغرب اور عشاء دونوں کو ایک اذان اور ایک اقامت کے ساتھ جمع فرمایا" (دوسری دلیل یہ ہے کہ) کیونکہ عشاء اپنے وقت پر ہے لہذا خبر دینے کے لئے علیحدہ سے اقامت نہیں کہی جائے گی برخلاف عرفات میں نماز عصر کے (جمع کی شرائط پائی جانے کی صورت میں وہاں اس کے لئے الگ اقامت تھی) کیونکہ (وہاں) وہ اپنے وقت پر مقدم تھی تو خبر دینے کے لئے اقامت الگ سے کہی گئی۔

ہاں اگر مغرب پڑھ کر اس کے بعد سُنَّیں پڑھ لے تو عشاء کے لئے الگ سے اقامت کا حکم ہوگا، چنانچہ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

و لو تَطَوَّعَ أَوْ تَشَاغَلَ بِشَيْءٍ أَعَادَ الْإِقَامَةَ لَوْ قَوَّعَ الْفَصْلَ (۱۱۲)

یعنی، اگر (مغرب و عشاء کے فرائض کے درمیان سُنَّیں یا) نفل پڑھ

لے یا کسی چیز میں مشغول ہو گیا تو فصل (جدائی) واقع ہونے کی وجہ سے (عشاء کے لئے) اقامت کا اعادہ کرے گا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۴ شوال المکرم ۱۴۲۸ھ، ۷ نومبر ۲۰۰۷ م (415-F)

## مزدلفہ میں حقوق العباد کی معافی

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ میں بیوقوف کرنے والے کے تمام حقوق العباد بھی معاف کر دیئے جاتے ہیں یا قیامت میں اللہ تعالیٰ سب کو جمع کر کے ظالم کو اختیار دے گا، چاہے معاف کرے یا بدلہ لے یا اللہ تعالیٰ ان کو جمع کر کے پھر خود چاہے تو ظالم کو معاف کرے، مظلوم کو اچھا بدلہ عطا کر دے؟

(السائل: محمد شفاق، بہادر آباد، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: قاضی علی بن جابر اللہ ابن ظہیر قرشی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے ہی سوال کے جواب میں لکھتے ہیں، چنانچہ وہ سوال و جواب مندرجہ ذیل ہے:

سئل: عن الواقف بمزدلفه هل تغفر ذنوبه كلها حتى مظالم العباد مَحَانًا أَمْ لَا بَدَأَ أَنْ يَجْمَعَ الظَّالِمُ وَالْمَظْلُومَ فَإِنْ شَاءَ اقْتَصَلَ لِلْمَظْلُومِ وَإِنْ شَاءَ عَقَرَ لِلظَّالِمِ وَأَرْضَى الْمَظْلُومَ؟ فَأَجَاب: ظاهر الحديث يدل على غفران كلها وهو الدلائل بحسب الله وسعت رحمته، فإن في الحديث أنه أعاد الدعاء المزدلفة أحيب إلى ما سأل صلى الله عليه وسلم فإنه قال: "إِنْ بُعِثَ أُعْطِيَ لِلْمَظْلُومِ الْحَنَّةُ وَغُفِرَتْ لِلظَّالِمِ" فظاهره الغفران مَحَانًا لما في الحديث، فأحيب إلى ما سأل، و أما أنه يتحم

عليه أن يجمع بين الظالم والمظلوم فلا نقول به، ولم يرد ما يؤول على ذلك، لكن الحديث فيه إعلال من حيث الراوى، وهو كنانة أو أبو عباس بن مرداس، قال ابن حبان في "كتاب الضعفاء": كنانة منكر الحديث جداً فلا أدرى التحليط منه أو من أبيه، و آتاهما كان فيهم ساقط الاحتجاج، قال البيهقي: وهذا الحديث له شواهد كثيرة ذكرناها في "كتاب الشعب" فإن صح بشواهده ففیه الحجة، وإن لم يصح فقد قال الله تعالى: ﴿وَيَعْرِفُ مَا دُونَ ذَلِكَ﴾ (النساء: ٤٨/٤-١٦) و ظلم بعضهم بعضاً دون الشرك انتهى، وفي بعض طرق الحديث: "أَيُّ رَبِّ إِنْ شِئْتَ أَذْخَلْتَ أَوْ أُعْطِيتَ الْمَظْلُومُ الْحَنَّةَ، وَ عَفَرْتَ لِلظَّالِمِ" وفي بعض طرقه: "إِنْ شِئْتَ أَتَيْتَ الْمَظْلُومَ مِنَ الْخَيْرِ"، قال أكمل الدين في "شرح الهداية" بأن يرضى المخصوص بالإردية في مئوباتهم حتى يتركوا خصوصياتهم في الدماء، والمظالم انتهى، وعلى كل تقدير ففضل الله واسع، وله أن يعذب الطائع ويعفو عن الظالم لا يسأل عما يفعل، والله تعالى أعلم (١١٣)

یعنی، مزدلفہ میں قیوف کرنے والے کے متعلق پوچھا گیا، کیا اس کے سارے گناہ مفت معاف کر دیئے جائیں گے یہاں تک اس کے بندوں پر مظالم بھی یا ضروری ہے کہ ظالم اور مظلوم کو جمع کیا جائے، پھر چاہے تو مظلوم کے لئے بدلہ لے اور چاہے تو ظالم کو معاف فرما دے اور مظلوم کو راضی فرما دے۔ تو جواب دیا کہ حدیث شریف کا ظاہر سب

کی بخشش (یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بخشش) پر دلالت کرتا ہے، پس حدیث شریف میں ہے کہ نبی ﷺ نے جب مزدلفہ میں دوبارہ دعا کی تو جو آپ ﷺ نے دعا فرمائی اُسے قبول کر لیا گیا اور اللہ تعالیٰ جس کی رحمت وسیع ہے اس کے ظلم کے لائق یہی ہے۔ پس حضور ﷺ نے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کیا: "اگر تو چاہے مظلوم کو جنت عطا فرما دے اور ظالم کو بخش دے، کیونکہ اس سے ظاہر بغیر بدلہ بخشش ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ حضور ﷺ کو وہ عطا کیا گیا جس کا آپ نے اپنے رب سے سوال کیا۔ اور یہ بات کہ اس پر واجب ہے کہ وہ ظالم اور مظلوم کو ایک جگہ جمع کرے، تو ہم یہ بات نہیں کہتے کیونکہ ایسی کوئی حدیث وارد نہیں ہے جو اس پر دلالت کرے، لیکن حدیث شریف تو اس میں راوی کی طرف سے اعلال ہے اور وہ کنانہ یا ان کے باپ عباس بن مرداس ہیں، ابن حبان نے "كتاب الضعفاء" میں کہا کہ کنانہ منکر الحديث ہے، پس میں نہیں جانتا کہ تحلیط کنانہ سے یا اس کے باپ کی طرف سے ہے اور ان دونوں میں سے جو بھی ہو وہ ساقط الاحتجاج ہے، امام بیہقی نے فرمایا کہ اس حدیث کے کثیر شواہد ہیں جنہیں میں نے "كتاب الشعب" میں ذکر کیا ہے، پس حدیث اگر اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے تو اس میں حجت ہے اور اگر حدیث صحیح نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اس سے نیچے معاف فرما دیتا ہے" حالانکہ بعض نے بعض پر ظلم کیا ہے نہ کہ شرک، اور بعض مکرر حدیث میں ہے: "اے رب اگر تو چاہے تو داخل فرما دے مظلوم کو رحمت میں یا مظلوم کو رحمت عطا فرما دے اور ظالم کو معاف فرما دے" اور بعض مکرر حدیث میں ہے: "اگر تو چاہے تو مظلوم کو خیر عطا فرما دے"۔ اور علامہ اکمل الدین نے "شرح ہدایہ" میں فرمایا کہ: اس طرح کہ (اس روز) مناصت کا حق رکھنے والوں کو ان کے

ثوابوں میں زیادتی دے دے، یہاں تک کہ وہ خون اور مظالم میں اپنی مناصحت چھوڑ دیں۔ اتنی، ہر تقدیر پر اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے، وہ مالک ہے کہ (چاہے) اطاعت گزار کو عذاب دے اور ظالم کو معاف فرما دے۔ وہ جو بھی کرے اس سے سوال نہیں کیا جاسکتا۔

اور امام اہلسنت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۹ھ لکھتے ہیں:

اب دربار اعظم کی دوسری حاضری کا وقت آیا، ہاں کرم کے دروازے کھولے گئے ہیں کل عرفات میں حقوق اللہ معاف ہوئے تھے، یہاں حقوق العباد معاف فرمانے کا وعدہ ہے۔ (۱۱۳)

لہذا ظاہر تو سب کی بخشش ہے باقی بخشش کس طرح ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل وسیع ہے اور ذوالفضل کی بارگاہ سے امید یہی ہے کہ وہ بغیر بدلہ کے معاف فرما دے اور مظلوم کو اپنی جناب سے ثواب عطا کر دے کہ جس سے وہ راضی ہو جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(245-F)

### مزدلفہ سے منیٰ کو کب روانہ ہو

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مزدلفہ سے کب منیٰ کو جانا چاہئے سورج طلوع ہونے سے قبل یا سورج طلوع ہونے کے بعد؟

(السائل: ایک حاجی، از بلیک جی گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواہر: یاد رہے کہ ”وقوف مزدلفہ کا وقت طلوع فجر سے آجلا ہونے تک ہے اس کے درمیان میں قوف نہ کیا تو نوت ہو گیا اگر اس وقت یہاں سے ہو کر گزر گیا تو قوف ہو گیا بحوالہ عالمگیری (۱۱۵) اس لئے حاجی کو چاہئے کہ سورج نکلنے سے قبل جب خوب آجلا ہو جائے تو مزدلفہ سے منیٰ کو نکل جائے، یہی سنت ہے اور

۱۱۴۔ انوار البشارہ، فصل پنجم منیٰ و مزدلفہ و باقی افعال حج، ص ۵۲

۱۱۵۔ بہار شریعت: ۹/۷۹

اگر وہ طلوع آفتاب کے بعد نکلا تو یہ خلاف سنت ہو اگر اس پر اس صورت میں کچھ لازم نہ ہو گا، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و الحاصل أن الإفاضة على وجه السنة، أن يكون بعد الإسفار من المشعر الحرام

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ مزدلفہ سے سنت کے مطابق رجوع یہ ہے کہ وہ خوب آجلا ہو جانے کے بعد مشعر حرام سے ہو۔ اور لکھتے ہیں:

و كذلك دفع بعد طلوع الشمس سواء أفاض معه أم لا يلازم منه شيء و يكون مسبباً لتركه السنة یعنی اور اس طرح اگر طلوع شمس کے بعد لوٹا، چاہے امام کے ساتھ لوٹا ہو یا نہ تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا اور وہ سنت کو ترک کرنے کی وجہ سے اسامت (یعنی بُرا) کرنے والا ہوگا۔

اور اس کے سنت ہونے کی دلیل حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ہے:

قَالَ إِنَّ الْمَشْرُوكِينَ كَانُوا لَا يُقْبَضُونَ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ، وَ يَقُولُونَ: أَسْرَقَ نَبِيْرُ، وَإِنَّ النَّبِيَّ ﷺ خَالَفَهُمْ، ثُمَّ أَفَاضَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ (۱۱۶)

یعنی، بے شک آپ فرماتے ہیں کہ مشرکین مزدلفہ سے طلوع آفتاب سے قبل نہیں لوٹتے تھے اور کہتے تھے اے (جبل) نبیر روشن ہو جا، اور نبی ﷺ نے ان کی مخالفت فرمائی، پھر طلوع آفتاب سے قبل (منیٰ کو) لوٹے۔

اور مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

چون فارغ شو از قوف مزدلفہ و اسفار بسیار شود پس سنت آن است کہ

۱۱۶۔ ہدایہ السالك إلى المذاهب الأربعة في المناسك، المجلد (۳)، ابواب الحادی عشر، فصل فی

الذفع من مزدلفہ إلى منی، ص ۱۰۷۴



افاضہ نماید از مزدلفہ ہوا امام قبل از طلوع شمس، پس اگر توقف کرد تا طلوع شمس در مزدلفہ خلاف سنت کردہ باشد ولیکن لازم نباشد بروے چیزے از کفارت (۱۱۷)

یعنی، جب قوف مزدلفہ سے فارغ ہو جائے اور خوب اُجالا ہو جائے تو سنت یہ ہے کہ امام کے ساتھ مزدلفہ سے سورج نکلنے سے قبل لوٹے، پس اگر وہ طلوع آفتاب تک مزدلفہ میں ٹھہرے تو خلاف سنت کیا لیکن اس کی وجہ سے اس پر کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

ہاں اگر طلوع فجر سے پہلے یہاں سے چلا گیا تو اس پر دم واجب ہو گیا اور اس حکم سے بیماروں، عورتوں اور ضعیفوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

طلوع فجر سے پہلے جو یہاں (یعنی مزدلفہ) سے چلا گیا اس پر دم واجب ہے مگر جب بیمار ہو یا عورت یا کمزور کہ ازدحام (بھیز) میں ضرر کا اندیشہ ہے اس وجہ سے پہلے چلا گیا تو اس پر کچھ نہیں۔ (۱۱۸)

اور اگر طلوع فجر کے بعد نماز فجر ادا کرنے سے پہلے منیٰ کو گیا تو اس نے بُرا کیا مگر دم لازم نہ ہوا چنانچہ صدر الشریعہ "عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

نماز سے قبل مگر طلوع فجر کے بعد یہاں سے چلا گیا یا طلوع آفتاب کے بعد گیا بُرا کیا اس پر دم واجب نہیں۔ (۱۱۹)

اور اگر وہ خوب اُجالا ہو جانے کے بعد لوٹا اور لوگوں کے ازدحام یا کسی اور وجہ سے حدود مزدلفہ سے نہ نکلا تھا کہ سورج طلوع ہو گیا تو اس صورت میں وہ سنت کا خلاف کرنے والا نہ ہوگا جیسا کہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حتى لو طلعت الشمس عليه و هو بمزدلفه لا يكون مخالفاً

۱۱۷۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب ہفتم، فصل ششم در بیان کیفیت رجوع از مزدلفہ بسوی

منی، ص ۱۹۸

۱۱۸۔ بہار شریعت، حصہ ششم، مظلومی دواگئی اور اس کا قوف ص ۷۹

۱۱۹۔ بہار شریعت: ۷۹/۶

للسنة (۱۲۰)

یعنی، (خوب اُجالا ہو جانے کے بعد حاجی مشعر حرام سے لوٹا) حتیٰ کہ اس پر سورج طلوع ہو گیا اور وہ مزدلفہ میں تھا تو سنت کا مخالف نہ ہوگا۔

اور اگر کوئی طلوع فجر کے بعد مزدلفہ میں پہنچا تو ترک سنت ہوئی مگر دم وغیرہ اس پر واجب نہیں کیونکہ رات مزدلفہ میں گزرا سنت ہے اور سنت کے ترک پر دم لازم نہیں آتا۔ اور یا در ہے مزدلفہ سے واپسی میں دوڑنا درست نہیں ہے بلکہ سکون اور وقار سے چلیں، چنانچہ امام عزالدین بن جماع کنانی متوفی ۷۶۷ھ لکھتے ہیں:

و السنة: أن يتوجهوا إلى منى قبل طلوع الشمس و عليهم

السكينة بالاتفاق، اقتداءً بالنبي ﷺ (۱۲۱)

یعنی، سنت ہے کہ طلوع آفتاب سے قبل لوٹیں اور لوٹتے وقت اُن پر سکون لازم ہو۔

ہاں جب وادیٰ محضر آئے تو وہاں سے تیزی کے ساتھ گزرے چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

فإذا بلغ بطن محضر أسرع فالمرمية ححر وإن كان ماشياً

حرك دابته إن كان راكباً (۱۲۲)

یعنی، پس جب وادیٰ محضر کے بطن میں پہنچے تو پتھر پھینکنے کی مقدار چلنے میں جلدی کرے اگر پیادل ہو اور اگر سوار ہو تو اپنی سواری تیز کرے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

جب وادیٰ محضر پہنچو تو پاؤں پینٹا لیں ہاتھ بہت جلد تیزی کے ساتھ چل کر نکل جاؤ مگر نہ وہ تیزی جس سے کسی کو ایذا ہو۔ (۱۲۳)

۱۲۰۔ المسالك المتقسط في المناسك المتوسط، فصل في التوجه إلى منى، ص ۲۴۴

۱۲۱۔ هداية السالك إلى مذاهب الأربعة في المناسك: ۱۰۷۵/۳

۱۲۲۔ لباب المناسك، فصل في التوجه إلى منى

۱۲۳۔ بہار شریعت، حصہ ششم، منی کے اعمال و حج کے بقیہ افعال، ص ۸۲

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

هنا يستحب عند الأئمة الأربعة

یعنی، یہ (یعنی اس مقام سے تیز گزرا) ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) کے نزدیک مستحب ہے۔

فقد روى أحمد بن حنبل عن جابر بن عبد الله أن النبي ﷺ أَوْضَعَ فِي وَادِي مُحَسَّبٍ أَيْ أَسْرَعَ

یعنی، امام احمد نے حضرت جابر سے روایت کیا کہ نبی ﷺ نے وادی محسر میں (گزرنے میں) جلدی کی۔

و في "الموطأ" أن ابن عمر كان يُحَرِّكُ رَأْسَهُ فِي مُحَسَّبٍ قَلْبًا رَمِيَّةً حَسْبَ

یعنی، "موطأ" میں ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وادی محسر میں پتھر پھینکنے کی مقدار اپنی سواری کو تیز کر دیتے۔

اور لکھتے ہیں کہ

و يقول في مروره: اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تَهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَ عَافِنَا قَبْلَ ذَالِكَ (۱۶۴)

یعنی، اے اللہ ہمیں اپنے غضب سے ہمیں قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہمیں ہلاک نہ کر اور اس سے پہلے ہمیں عافیت دے۔

اور وادی محسر منیٰ اور مزدلفہ کے بیچ میں ایک مالہ ہے دونوں کی تحدود سے خارج، مزدلفہ سے منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں ہاتھ کو جو پہاڑ پڑتا ہے اس کی چوٹی سے شروع ہو کر 545 ہاتھ تک ہے یہاں اصحاب فیل (ہاتھی والے) آ کر ٹھہرے اور ان پر عذاب الابل اتر اٹھا۔ لہذا اس جگہ سے جلد گزرا اور عذاب الہی سے پناہ مانگنا چاہئے۔ (۱۶۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۹ دسمبر ۲۰۰۶ م (300-F)

۱۶۴۔ المسلك المنسبط في المسلك المتوسط، باب احكام المزدلفة، فصل في آداب التوجه إلى منى، ص ۲۴۵

۱۶۵۔ بہار شریعت، حصہ ششم، مزدلفہ سے روانگی اور اس کا توقف، ص ۸۲

## قربانی

### حج تمتع اور قرآن میں جانور ذبح کرتے وقت نیت

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج تمتع یا حج قرآن میں جانور کو ذبح کرتے وقت دم شکر کی نیت کرنا ضروری ہے یا پہلے سے ہر تمتع یا قرآن کو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے جانور قربان کرنا ہے اور اس کی نیت بھی ہوتی ہے وہی نیت کافی ہوگی؟ (السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اسے نیت کرنا ضروری نہیں وہی سابقہ نیت کافی ہے چنانچہ محمد و محمد ہاشم عٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

احتیاج نیست بسوی نیت برائی ذبح و کافی باشد نیت سابقہ کہ کرده است و روقت احرام (۱۶۶)

یعنی، ذبح کے لئے نیت کی ضرورت نہیں، نیت سابقہ جو احرام کے وقت کی تھی وہی کافی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم الثلاثاء ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۹ دسمبر ۲۰۰۶ م (299-F)

### تمتع جانور ذبح نہ کر سکے تو کیا کرے

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے حج تمتع کیا اس پر قربانی لازم ہوئی لیکن وہ غریب ہے قربانی کی اس میں ہمت نہیں تو وہ کیا

۱۶۶۔ حیاة القلوب فی زیلۃ السجود، باب ہشتم در بیان آنچه متعلق است از مناسک منی، فصل

سیوم در بیان ذبح ہدی الخ، ص ۲۰۳

کرے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: متمتع پر قربانی واجب ہے چنانچہ  
مخدوم محمد باشم غٹھوی حنفی متونی ۳/۱۱۷ لکھتے ہیں:

پس اگر تارن یا متمتع است واجب باشد ذبح بروے (۱۲۷)

یعنی، پس اگر حاجی تارن یا متمتع ہے تو اس پر ذبح واجب ہے۔

اور اگر کوئی شخص محتاج ہو کہ اپنا اسباب بیچ کر بھی قربانی نہ کر سکتا ہو تو قربانی کے بدلے

اس پر دس (۱۰) روزے واجب ہوں گے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے

﴿فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ  
تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ ط﴾ الآية (۱۲۸)

ترجمہ: پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور

سات جب اپنے گھر پہنچ کر جاؤ، یہ پورے دس ہیں۔ (کنز الایمان)

اس کے تحت مفتی صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی حنفی متونی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

یعنی یکم سوال سے نویں ذی الحج تک احرام باندھنے کے بعد اس درمیان  
میں جب چاہے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق کر کے، بہتر یہ ہے کہ

۸۔ ۹ ذی الحج کو رکھے۔ (بحرائن العرفان)

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی حنفی متونی ۱۳۶۷ھ لکھتے ہیں:

محتاج محض جس کی ملکیت میں نہ قربانی کے لائق جانور ہو، نہ اس کے

پاس اتنا نقد یا اسباب کہ اسے بیچ کر لے سکے وہ اگر قرآن یا متمتع کی نیت

کر لے گا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہوں گے، تین

۱۲۷۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، باب ہفتم در بیان آنچه متعلق است از مناسک منی، فصل

سیوم در بیان ذبح ہدی الخ، ص ۲۰۳

۱۲۸۔ البقرہ ۴/۱۹۶

تو حج کے مہینوں میں یعنی یکم سوال سے نویں ذی الحج تک احرام باندھنے

کے بعد اس بیچ میں جب چاہے رکھ لے ایک ساتھ خواہ مجد مجد اور

بہتر یہ ہے کہ سات، آٹھ، نو کو رکھے اور باقی سات تیرھویں ذی الحج کے

بعد جب چاہے رکھے اور بہتر ہے کہ گھر پہنچ کر ہوں۔ (۱۲۹)

اور غلیفہ علیٰ حضرت علامہ محمد سلیمان اشرف نقل کرتے ہیں:

و الأفضل أن يصوم قبل يوم التروية بيوم و يوم التروية و يوم

عرفة (الہدایہ)

افضل یہ ہے کہ تین روزے حج سے قبل رکھے گا انہیں ساتویں آٹھویں

اور نویں کو رکھے۔ (۱۳۰)

لہذا اسے چاہئے کہ وہ قربانی کے بدلے مندرجہ بالا سطور میں ذکر کردہ ترتیب کے

مطابق دس (۱۰) روزے رکھے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء ۲۸ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۹ دسمبر ۲۰۰۶ م (۲۹۸-F)

## قربانی پر قدرت نہ رکھنے والے حاجی کے لئے روزہ کا حکم

استفتاء: ہم نے سنا ہے کہ ۹ ذی الحج کا روزہ حاجیوں کو مکروہ ہے جب کہ علماء اس

شخص کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ جس پر قربانی لازم ہو اور وہ قربانی نہ کر سکے تو اسے دس

روزے یعنی تین حج میں اور سات بعد میں رکھنے ہوتے ہیں، اس کے بارے میں علماء فرماتے

ہیں افضل ہے کہ وہ تین روزے ۷، ۸، ۹ تاریخ کو رکھے تو کیا یہاں پر کراہت لازم نہ ہوگی؟

اسی طرح ۸ ذی الحج کے روزے کا حکم بھی بتائیں۔

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اور یوم ترویہ یعنی ۸ ذی الحج کے

۱۲۹۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، یعنی کے اعمال و رائج کے بغیر افعال ص ۸۳

۱۳۰۔ کتاب ”الحج“، منی میں دو پہلا رائج، ص ۱۳۹

روزے کا بھی وہی حکم ہے جو یوم عرفہ کے روزے کا ہے جیسا کہ ”حياة القلوب في زيارة المحبوب“ (ص ۱۷۸) میں ہیں۔

اور یام حج کے تین روزے یکم شوال سے نویں ذی الحجہ تک احرام باندھنے کے بعد اس درمیان میں حاجی جب چاہے رکھ سکتا ہے باقی رہا علماء کرام کا یہ کھنا کہ افضل ہے کہ ۷، ۸ اور ۹ کو رکھے یہ اس کے لئے افضل ہے جو طاقت رکھتا ہو کیونکہ فقہاء کرام نے یوم عرفہ اور یوم ترویہ کے روزے میں کراہت و عدم کراہت، انتخاب اور عدم انتخاب کی صورتیں ذکر کی ہیں اور اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا یعنی ساتھ یہ نہیں کھنا کہ اس قاعدے اور اصول میں وہ شخص داخل نہیں کہ جس پر ذبح پر قدرت نہ ہونے سے دس روزے لازم ہیں۔ لہذا اس شخص کے لئے بھی اصول یہی ہے جو دوسروں کے لئے ہے۔

جہاں تک ۹ ذوالحجہ کے روزے کا سوال ہے تو اس کے لئے عرض یہ ہے کہ حاجی کے یوم عرفہ کا روزہ مطلقاً مکروہ نہیں اگر روزے کی طاقت رکھتا ہو تو مکروہ نہیں ہے اور اگر کمزور ہے تو مکروہ ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی یوم عرفہ کے مستحبات میں لکھتے ہیں:

و الصوم لمن قوى و الفطر للضعيف (۱۲۱)

یعنی قوی (طاقت ور) کے لئے روزہ مستحب ہے اور ضعیف کے لئے افطار۔

اور ملا علی قاری نقل کرتے ہیں کہ علامہ کرمانی فرماتے ہیں:

لا يكره للحاج الصوم في يوم عرفة عندنا إلا إذا كان يضعفه

من أداء المناسك، فحيث تركه أولی (۱۲۲)

یعنی، ہمارے نزدیک (یعنی احناف کے ہاں) حاجی کے لئے یوم عرفہ کا روزہ مکروہ نہیں ہے مگر جب روزہ اُسے ادائیگی مناسک سے کمزور کر دے تو اس وقت اس کا ترک اولیٰ ہے۔

اور بعض فقہاء کرام نے حاجی کے لئے اس دن کا روزہ مکروہ لکھا ہے تو اس کا جواب یہ ہے انہوں نے غالب کا اعتبار کیا ہے کیونکہ اس زمانے میں غالب و اکثر یہی تھا کہ اس دن روزہ رکھنے کی وجہ سے حاجیوں کو مناسک کی ادائیگی میں مشکل پیش آتی تھی جس کا اندازہ پانچویں چھٹی صدی ہجری اور فی زمانہ کے حالات اور سہولتوں کو دیکھ کر بخوبی لگایا جاسکتا ہے چنانچہ ملا علی قاری ”فتاویٰ خانہ“ میں مذکور قول کراہت ذکر کرتے ہوئے اس کا جواب دیتے ہیں:

و أما ما في ”الخانبة“: و يكره صوم يوم عرفة بعرفات، و كذا صوم يوم التروية لأنه يعجزه عن أداء أفعال الحج فمبني على حكم الأغلب (۱۲۳)

یعنی، مگر جو ”خانہ“ میں ہے کہ یوم عرفہ کا روزہ عرفات میں مکروہ ہے اور اسی طرح یوم ترویہ (۸ ذوالحجہ) کا روزہ (مکروہ ہے) کیونکہ وہ اُسے انفعال حج کی ادائیگی سے عاجز کر دیتا ہے (ملا علی قاری اس قول کے جواب میں فرماتے ہیں کہ) یقول انك حکم پر مبنی ہے۔

لہذا عام حالات میں حاجی کے لئے اس دن کا روزہ مستحب ہے بشرطیکہ وہ بلا مشقت اس پر قدرت رکھتا ہو اور یہ روزہ اس کے یوم عرفہ کے معمولات پر اثر انداز نہ ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

روزہ داشتن و رخصت کسی قدرت داشته باشد بر آن بغیر مشقت، چه وارد شده است کہ ”صوم عرفہ کفارت دو سالہ است سال گزشتہ و سال آئندہ“ کما رواہ مسلم عن أبي قتادة (۱۲۴)

یعنی، روزہ رکھنا اس شخص کے حق میں (مستحب) ہے جو (اس پر) بغیر کسی مشقت کے قدرت رکھتا ہو کیونکہ وارہ ہے کہ ”عرفہ کا روزہ دو سال (کے گناہوں) کا کفارہ ہے سال گزشتہ اور سال آئندہ“ جیسا کہ اس

حدیث کو امام مسلم نے حضرت ابو قتادہ سے روایت کیا ہے۔

اور کراہت کی صورت میں کراہت مطلقہ نہیں ہے بلکہ مقیدہ بالتزنیہ ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وقد ثبت أنه ﷺ أفطر يوم عرفة مع كمال القوة، إلا أنه لراد دفع الحرج عن الأئمة لكنه لم يته أحدًا من صومه، فلا وجه لكرهه على الإطلاق، بل لا بل أن تنقيدًا بالتزنيه على الوجه المشروع فيما تقدم، والله أعلم (۱۳۵)

یعنی، نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے کمال قوت کے باوجود عرفہ کے روز افطار فرمایا، مگر (آپ کے افطار کی وجہ) یہ کہ آپ ﷺ نے اُمت سے حرج کو دفع کرنے کا ارادہ فرمایا، لیکن آپ نے کسی (حاجی) کو (اس دن) اس کے روزے سے منع نہیں فرمایا، تو علی الاطلاق کراہت کی کوئی وجہ نہیں ہے بلکہ ضروری ہے کہ کراہت کو شروع وجہ پر تزییہ کے ساتھ مقید کیا جائے جو پہلے گزری۔

اور مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

ولهذا افطار فرمود بنی عبد المطلب وروزہ عرفہ تعلیماً للحوار و دفعاً للحرج عن الأئمة (۱۳۶)

یعنی، لہذا نبی ﷺ نے جواز کی تعلیم اور اُمت سے حرج کو دفع فرمانے کے لئے افطار فرمایا۔

اسی لئے فقہاء کرام نے قدرت نہ ہونے کی صورت میں اس روز ترک صوم کو مستحب لکھا ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

وفي "الفتح القدير" إن كان يضعفه عن الوقوف والدعوات

قال لمستحب تركه (۴۲۸)

یعنی، اور "فتح القدير" میں ہے کہ جب روزہ اُسے قیوم عرفہ اور وہاں دعاؤں سے کمزور کر دے تو اس کا ترک مستحب ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

وأما کسی قدرت نداشتند و پس مستحب در حق او افطار است (۴۲۹)

یعنی، اگر کسی کو قدرت نہ ہو تو اس کے حق میں افطار مستحب ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

يوم الثلاثاء، ۸ رجب المرجب ۱۴۲۸ هـ، ۲۴ يوليو ۲۰۰۷ م (416-F)



## حلق و قصر

### عمرہ والا احرام کھول کر حلق یا قصر کرائے یا کھولنے سے قبل

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عمرہ کرنے والا انحال عمرہ سے فارغ ہو کر احرام کھول کر حلق یا قصر وغیرہ کرائے گا، یا حلق یا قصر کرانے کے بعد احرام کھولے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: احرام کھولنے سے مراد اگر یہ ہے کہ مرد اوپر کی چادر اتار کر رکھ دے تاکہ بال وغیرہ نہ لگیں پھر حلق یا قصر کرائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور صرف چادر کا اتار دینا احرام کھولنا نہیں کہلاتا۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ احرام کی چادریں اتار کر سلے ہوئے کپڑے پہنے یا سر یا چہرہ ڈھانپ لے یا خوشبو لگا لے غرض یہ کہ ممنوعات احرام کا ارتکاب شروع کر دے اس کے بعد حلق یا قصر کر وائے تو یہ ممنوع و ناجائز ہے، اُسے ممنوعات احرام کے ارتکاب سے قبل حلق یا قصر کے ذریعے احرام سے فارغ ہونا پڑے گا، اگر اس نے ایسا نہ کیا ممنوعات کا ارتکاب پہلے شروع کر دیا، پھر دیکھا جائے گا کہ اس نے اپنی جہالت کی بنا پر حلال ہونے کی نیت سے ممنوعات احرام کا ارتکاب کیا ہے یا وہ جانتا ہے کہ محض احرام سے باہر ہونے کی نیت کر لینے سے وہ احرام سے باہر نہ ہوگا تو پہلی صورت میں ممنوعات احرام کے ارتکاب پر ایک ہی جزاء لازم ہوگی، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

وواجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمیع آنچه ارتکاب کرد، ہر چند کہ

ارتکاب کرد جمیع محظورات را، متعدد نہ نشود بروے جزاء بہ تعدد جنایات

چوں نیت کرده است رخص احرام را (۱۳۹)

یعنی، اس شخص پر تمام ممنوعات احرام کے ارتکاب پر ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے اس نے جمیع ممنوعات احرام کا ارتکاب کیا ہو۔ جب اس نے اس سے احرام کھولنے کا ارادہ کر لیا تو جنایات کے تعدد سے جزائیں متعدد نہ ہوں گی۔

اور دوسری صورت میں جتنے جرم ہوں گے اتنی ہی جزائیں اس پر لازم ہوں گی۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

اما کسی کمی و اندک خارج شدہ ام من از احرام ازین قصد پس معتبر نباشد از وی قصد رخص و متعدد گردد جزاء بروی بہ تعدد جنایات اتفاقاً بینا اور بین الشافعی (۱۴۰)

یعنی، اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اس قصد سے احرام سے خارج نہ ہوں گا تو ایسے شخص کا ارادہ رخص معتبر نہیں اور اس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی۔

لہذا اسے چاہئے کہ حلق یا تقصیر سے قبل نہ سلے ہوئے کپڑے پہنے اور نہ خوشبو لگائے اسی طرح کسی بھی محظور احرام کا ارتکاب نہ کرے باقی صرف اوپر کی چادر اتار کر رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲۴ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۵ دسمبر ۲۰۰۶ م (292-F)

### عمرہ کر کے سر کا کچھ حصہ منڈایا تو احرام سے باہر ہوا یا نہیں

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں نے آج عمرہ کیا اور پورا سر نہیں منڈایا بلکہ دونوں اطراف دائیں اور بائیں سے تھوڑی تھوڑی جگہ

۱۳۹۔ حياة القلوب فی زیلۃ المحبوب، باب لول، فصل دھم در بیان کیفیت خروج از احرام، ص ۱۰۳

۱۴۰۔ حياة القلوب فی زیلۃ المحبوب، ص ۱۰۳-۱۰۴

پر حلق کروالیا میں اس طرح احرام سے باہر ہو گیا ہوں یا نہیں، اگر نہیں تو اس کا کفارہ کیا ہے جب کہ میرے سر کے بال بہت چھوٹے ہیں کیونکہ میں چند روز قبل عمرہ کر چکا ہوں؟

(السائل: ایک حاجی، ازلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: جس کے سر پر ایک پورے سے کم بال ہوں اس کے لئے سر منڈوانا ہی ضروری ہوتا ہے لہذا صورت مسئلہ میں سر منڈوانا متعین تھا اور حلق کی کم از کم مقدار چوتھائی سر ہے اگر کسی نے اس سے کم حلق کیا تو وہ احرام سے خارج نہ ہوگا، اس طرح "حياة القلوب في زيارة المحبوب" (باب ہفتم، فصل عشم) میں ہے اور اب دیکھا جائے کہ پورے سر میں جتنے حصے کا حلق ہوا وہ سر کا چوتھا حصہ بنتا ہے تو کچھ لازم نہ ہوگا سوائے اس کے کہ خلاف سنت ہوا کیونکہ پورے سر کا حلق ہمارے نزدیک سنت ہے، اور اگر حلق شدہ حصہ چوتھائی سر سے کم ہو تو اس حلق سے احرام سے نکلنا نہ پایا گیا پھر اگر حکم سے جبل کی بنا پر منوعات احرام کا ارتکاب کیا تو ایک ہی دم لازم ہوگا۔ اور اگر جانتا تھا کہ اس سے وہ احرام سے خارج نہ ہوگا پھر منوعات احرام میں سے جن جن کا ارتکاب ہوا وہ احرام پر جنابتیں ہوں گی مثلاً صرف سلعے ہوئے کپڑے پہنے یا سر ڈھکا، یا خوشبو لگائی، یا ہتھکڑیاں پہنی، یا شہوت کے ساتھ بوس کنار یا چھونا پایا گیا۔ غرض یہ کہ جنابیات کے کفارے کے لزوم میں جنابتوں کو دیکھا جائے گا اور بعض میں مدت کو بھی دیکھا جائے گا جیسے سلعے ہوئے کپڑے پہنے یا سر ڈھکا اور اسے چار پہر نہ گزرے تو ایک صدقہ اور دونوں کام کئے چار پہر نہ گزرے تو دو صدقہ، اور حکم تفصیل بتانے پر بتایا جائے گا۔ اور اس صورت میں حلق کروانا بھی لازم ہے، اور تو بہ بھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۲ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۲ دسمبر ۲۰۰۶ م (312-F)

### تفصیر میں ایک پورے سے کم بال کٹوانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے انعام عمرہ پورے کرنے کے بعد اپنے سر کے چند بال تقریباً 30، 35 ہوں گے

ایک پورے کے برابر کٹوائے اس کے بعد اس نے احرام کی پابندی ختم کر دی اور اسے ابھی بارہ گھنٹے نہیں گزرے ہوں گے اب پوچھنا یہ ہے کہ کیا وہ اتنے بال کٹوانے سے احرام سے باہر ہوگئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو اس پر کیا لازم ہے، جب کہ اس نے سوائے بے خوشبو کے صرف سے کپڑے دھونے اور رات کو سونے کے اور جس میں منہ ڈھکا ہوگا کچھ نہیں کیا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس عورت پر لازم ہے کہ وہ پہلی فرصت میں تفصیر کروائے کہ پورے سر کے بال کٹ کر کے تین حصے کر لیں پھر ایک حصہ کو لے کر انگلی کے پورے سے کچھ زائد کاٹ دے کیونکہ جس طرح اس نے بال کٹوائے تھے وہ تفصیر کے لئے کافی نہیں، اس کے بعد سونے میں منہ ڈھکنے کی وجہ سے اس پر ایک صدقہ لازم ہوگا جو اگر مکہ مکرمہ ہی میں ادا کرنا چاہیں تو اس سال (یعنی ۱۴۲۸ھ۔ ۲۰۰۶ م) کے حساب سے صدقہ تقریباً پانچ ریال ہوگا نیز اسے اپنے شہر جا کر جو ہاں طرے کی رقم بنتی ہے اپنی ملکی کرنسی میں صدقہ ادا کر سکتی ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ پورے چار پہر یعنی 12 گھنٹے منہ ڈھکنا نہ پایا گیا ہو ورنہ دم لازم ہوگا۔ اور بے خوشبو کے صرف سے کپڑے دھونے میں کچھ کفارہ لازم نہ آئے گا۔ ہاں اگر کوئی بے خوشبو کے صابن یا صرف کے استعمال کے وقت میل چھڑانے کی نیت کرے گا تو مکروہ تنزیہی ہوگا کہ جس پر کوئی کفارہ لازم نہیں آتا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۵ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۵ دسمبر ۲۰۰۶ م (330-F)

### احرام کھولنے کے وقت اپنے جیسے کا سر موٹنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج میں دس ذوالحجہ کی رمی سے فارغ ہونے کے بعد یا عمرہ میں سعی سے فارغ ہو کر اپنا سر خود موٹا سکتا ہے یا نہیں۔ اسی طرح دوا ایسے حاجی یا عمرہ کرنے والے جنہوں نے سر منڈوانا تھا ایک دوسرے کا سر

موذن سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز محرم یا غیر محرم کا سر موذن نے والے محرم و غیر محرم کا کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد عرفان ضیائی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حلق کے وقت اپنا سر خود موذن ناجائز ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

إذا حلق رأسه عند حواجز التحلل لم يلزمه شيء، ملخصاً (۱۴۱)  
یعنی، جب محرم نے جواز تحلل کے وقت اپنا سر خود موذن اتواس پر کچھ لازم نہیں۔

اسی طرح اُس وقت دو محرم ایک دوسرے کا سر موذن میں تو جائز ہے چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی "لباب المناسک" میں اور اس کی شرح میں ملا علی قاری لکھتے ہیں:

إذا حلق أي المحرم رأس غيره أي ولو كان محرماً، عند حواجز التحلل أي الخروج من الإحرام بآداء أفعال النسك، لم يلزمه شيء الأولي لم يلزمها شيء (۱۴۲)

یعنی، جب محرم نے دوسرے کے سر کو جواز تحلل کے وقت موذن اگرچہ دوسرے محرم ہو یعنی افعال نسک ادا کر کے احرام سے نکلنے کے وقت موذن اتواسے کچھ لازم نہیں۔ اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے دونوں پر کچھ لازم نہیں۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "منسک" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جب احرام سے باہر ہونے کا وقت آگیا تو اب محرم اپنا دوسرے کا سر موذن سکتا ہے اگرچہ دوسرا بھی محرم ہو۔ (۱۳۳)

اور مفتی محمد وقار الدین متوفی ۱۴۱۳ھ لکھتے ہیں:

حج اور عمرے میں جب حلق یا قصر کا وقت آجائے تو جو حاجی اپنا سر موذن

سکتا ہے اسی طرح دو محرم بھی ارکان ادا کرنے کے بعد ایک دوسرے کا سر موذن سکتے ہیں۔ (۱۳۴)

ہاں ایسا محرم کہ جس کے جواز تحلل کا وقت نہیں آیا تو وہ غیر محرم اور محرم کا سر نہیں موذن سکتا چاہے جس کا سر موذن رہا ہے اس محرم کے جواز تحلل کا وقت آیا ہو یا نہ آیا ہو پھر محرم کا سر موذن ہے تو موذن نے والے پر صدقہ لازم ہے اور غیر محرم یا اس شخص کا سر موذن ہے کہ جس کے جواز تحلل کا وقت آگیا ہے تو موذن نے والے پر کچھ خیرات کرنا لازم ہے، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علی اعظمی "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

محرم نے دوسرے محرم کا سر موذن اس پر بھی صدقہ ہے خواہ اس نے اُسے حکم دیا ہو یا نہیں، خوشی سے موذن دیا یا مجبور ہو کر اور غیر محرم کا موذن اتو کچھ خیرات کر دے۔ غیر محرم نے محرم کا سر موذن اس کے حکم سے یا بلا حکم تو محرم پر کفارہ ہے اور موذن نے والے پر صدقہ اور وہ محرم موذن نے والے سے اپنے کفارے کا تاوان نہیں لے سکتا الخ۔ (۱۳۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶ م (232-F)

۱۴۱۔ لباب المناسک، باب مناسک منی، فصل فی الحلق و التقصیر

۱۴۲۔ المسلك المنفصل إلى المناسک المتوسطة، باب مناسک منی، فصل فی الحلق و التقصیر، ص ۲۵۳

۱۴۳۔ بہار الشریعت، حصہ (۶)، حلق و تقصیر، ص ۸۴

۱۴۴۔ وقار الفتاویٰ، السجل (۲)، کتاب المناسک، ص ۵۳

۱۴۵۔ بہار الشریعت، حصہ ششم، حج کا بیان، جرم اور ان کے کفارے کا بیان، ص ۱۵۵

## جنايات (جرم اور ان کے کفارے)

### دیدہ دانستہ ترک واجب کا ارتکاب کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ترک واجب کا حکم کیا ہے، بعض لوگ تو اس وجہ سے ترک واجب کا ارتکاب کر دیتے ہیں کہ ان کو علم ہی نہیں ہوتا کہ یہ واجب ہے اور ان کا نظریہ ہوتا ہے کہ ہمیں تو علم ہی نہیں ہم پر دم وغیرہ لازم نہیں اور بعض کو علم ہوتا ہے اور جان بوجھ کر ترک واجب کا ارتکاب کرتے ہیں اور یہ ملاحظہ یہ طور پر کہتے ہیں کہ دم دے دیں گے ان سب کا کیا حکم ہے؟

(السائل: محمد شفاق قادری ازلیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حج کے واجبات میں سے چند واجبات کے ترک پر علماء کرام نے دم یا صدقہ کے لازم نہ ہونے کا ذکر کیا ہے چاہے ان کا ترک کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بلا عذر ہو ان میں سے ایک دو رکعت نماز طواف ہے دوسرا واجب نماز مغرب مزدلفہ میں پڑھنے کے لئے اُسے عشاء تک مؤخر کرنا، تیسرا مزدلفہ میں رات گزارنا اور چوتھا واجب حجر اسود سے طواف کی ابتداء ہے جیسا کہ "حياة القلوب في زيارة المحبوب" (ص ۶۶) میں ہے۔

اور کچھ واجبات ایسے ہیں کہ جن کا ترک اگر کسی عذر کی وجہ سے ہو تو دم وغیرہ لازم نہیں آتا جیسے طواف سعی میں مرض یا پاؤں کٹے ہوئے ہونے یا کبرسنی کے سبب پیدل نہ چل سکا۔ اسی طرح طواف زیارت کو حیض یا نفاس کے سبب واجب لیام سے مؤخر کر دیا یا قوف مزدلفہ کو ازحام وضعف کی بنا پر ترک کیا یا حلق یا قصر کسی عذر کی بنا پر ترک کیا وغیرہ، یعنی کسی واجب کو ایسے عذر کے سبب ترک کیا کہ جس عذر کو شرع نے معتبر کہا ہو تو اس کے ترک پر بھی دم یا صدقہ لازم نہیں آتا۔

اس کے علاوہ بقیہ واجبات میں سے حاجی نے اگر کسی ایک کو بھی ترک کر دیا چاہے اس کا ترک مسئلہ سے عدم واقفیت کی بنا پر ہو یا بھول جانے کی وجہ سے ہو یا سہواً ہو یا قصداً ہو بہر صورت جزاء لازم آئے گی۔ باقی رہا گناہ تو وہ صرف ایک صورت میں لازم آئے گا وہ یہ کہ حاجی نے اس واجب کا ترک جان بوجھ کر کیا ہو۔

چنانچہ محمد بن محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۷۷۱ھ لکھتے ہیں:

حکم واجبات آفت اگر ترک کر دیکے از انہا صحیح باشد حج اود لازم آید بر دم یا صدقہ بر اہرست کہ ترک کردہ باشد آن را عمد یا سہواً یا نسیاناً، یا جہلاً لیکن چون ترک کرد بطریق عمد آثم باشد اگر چہ دم دہد و مرتفع نگردد آن آثم بغیر تو بہ (۱۴۶)

یعنی، واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک کو ترک کر دے تو اس کا حج صحیح ہو جائے گا اور اس پر دم یا صدقہ لازم آئے گا چاہے اُسے عمد یا سہواً یا نسیاناً یا علم نہ ہونے کی وجہ سے ترک کیا ہو لیکن جب جان بوجھ کر ترک کیا ہو تو گنہگار ہوگا اگر چہ دم دے دے اور وہ گناہ بغیر تو بہ کے نہ اٹھے گا۔

اور بعض لوگوں کا دیدہ دانستہ جان بوجھ کر بغیر کسی انتہائی مجبوری کے واجبات کو ترک کر دینا اور پھر یہ سوچ کر کہ کیا ہوا واجب ہی تو ہے دم دے دیں گے، یہ انتہائی قبیح اور بہت بُری سوچ اور گھٹیا نظریہ ہے جو ان میں جنم لے رہا ہے، یہ اللہ عز و جل اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کی مافرمانی پر دلیری اُن کے خلاف اعلانیہ بغاوت ہے، ایسے لوگوں کو اللہ عز و جل کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔ یہ تو واجبات ہیں جن کے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے شرع مطہرہ نے تو ہمیں سنوں کی بھی پابندی کا سبق سکھایا ہے اور بتایا ہے کہ ترک سنن حرمیوں کا سبب ہے، پھر یہ لوگ خود قصداً ظاہر ظہور، کھلم گھلا ترک واجب کا ارتکاب کرتے ہیں اور دیگر عوام جو انہیں دیکھ کر ترک واجب کے مُرتکب ہوں گے اس کا وبال کس پر ہوگا۔ تو یقیناً جس طرح



اس کا گناہ اُن مرتکبین پر ہوگا اسی طرح اس کا وبال ان ماعاقبت اندیشوں پر بھی ہوگا۔

پھر ان لوگوں سے پوچھو کہ تم دم تو دے دو گے مگر اس پر ہونے والے گناہ کو کیسے معاف کرواؤ گے۔ احکم الحاکمین کے احکام کی کھلم کھلا مخالفت کر کے اس کے عذاب کو تم نے دعوت دی ہے تو اس کی ناراضگی اور غضب سے کس طرح بچو گے۔ بس اس کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچے دل سے مدام ہوں، آنسو بہائیں، روئیں اور گرہ گڑائیں، اپنے کئے پر شرمندہ ہوں۔ اس کی معافی مانگیں اور آئندہ ایسی حرکت نہ کرنے کا اس بے نیاز سے وعدہ کریں اور امید رکھیں کہ اللہ عزوجل ان کی توبہ کو قبول فرمائے گا۔ اور اس کے سوا اُن کے لئے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ جس کے احکامات کی قصد خلاف ورزی کرنے میں تم جس مال پر اترتے ہو کہ دم دے دیں گے وہ مال بھی اسی کا عطا کردہ ہے، وہ چاہے تو ایک لمحہ سے بھی قبل تمہیں فقیر و محتاج کر دے لہذا اس کے غضب سے ڈرا جائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعة، ۱۶ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۵ دینار ۲۰۰۷ م (349-F)

## صدقہ کی مقدار اور اس کی ادائیگی کا حکم

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حج کے باب میں جہاں صدقہ کا حکم دیا جاتا ہے تو اس کی مقدار کیا ہوتی ہے اور وہ حرم میں ہی دینا لازم ہوتا ہے یا حرم سے باہر اپنے وطن جا کر بھی دے سکتا ہے؟

(السائل: محمد عارف عطاری)

بسم اللہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اس باب میں صدقہ کی مقدار وہی ہے جو صدقہ فطر میں ہوتی ہے یعنی اگر دوا کھجور یا کشمش سے دے تو ایک صاع اور گندم سے دے تو نصف صاع چنانچہ سیر کے پیمانے کے مطابق تقریباً سوا دو سیر (دو کلو پینتالیس گرام

تقریباً) گندم یا اس کی قیمت دے گا۔

اور صدقہ سرزمین حرم پر دینا ضروری نہیں لیکن افضل یہی ہے کہ صدقہ سرزمین حرم میں دے کیونکہ حرم مکہ میں ایک ٹنکی لاکھ ٹنکیوں کے برابر ہے اور اگر قیمت دیتا ہے تو اس کا تعین اسی مقام کے موجودہ نرخ سے کیا جائے جہاں وہ ہے مثلاً اس سال (۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶م) نصف صاع گندم کی قیمت مکہ مکرمہ میں پانچ ریال ہے تو اگر مکہ میں اسی سال ادا کرے گا تو پانچ ریال ہی دے گا اور دوسرے سال اگر یہ قیمت چھ ریال ہو جائے تو چھ دے گا اور اسی طرح مدینہ منورہ میں اگر نصف صاع گندم کی قیمت ساڑھے پانچ ریال ہو اور وہاں ادا کرنا چاہے تو ساڑھے پانچ ریال ادا کرے گا۔

اسی طرح جہاں ادا کرتا ہے وہاں کے اعتبار سے ہی قیمت کا تعین کیا جائے گا مثلاً اگر مکہ مکرمہ میں نصف صاع گندم کی وہ قیمت ادا کرے جو پاکستان میں ہے پھر چاہے وہ سعودی کرنسی میں ادا کرے یا پاکستانی کرنسی میں، بہر صورت جائز نہ ہوگا بلکہ اُسے مکہ مکرمہ میں رائج کرنسی یعنی ریال میں وہاں کا نرخ معلوم کرنا ہوگا پھر چاہے اس قیمت کو سعودی کرنسی میں ادا کرے یا کسی اور کرنسی میں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۶ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۷ دسمبر ۲۰۰۶ م (295-F)

## حلق یا تقصیر کروائے بغیر ممنوعات احرام کا ارتکاب

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے گروپ میں ایک بوڑھے شخص نے پاکستان سے عمرہ کا احرام باندھا، یہاں مکہ مکرمہ آ کر عمرہ کا طواف کیا اور سعی بھی کی مگر اس نے حلق یا قصر نہ کروایا، اپنے ہونٹ کے کمرے میں آ کر احرام کھول دیا اور سارے ہوئے کپڑے پہن لئے اس کو آج تیسرا دن ہے، آپ شرع مطہرہ کی روشنی میں یہ بتائیں کہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)



باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اُسے حلق نہ کروانے اور محظورات احرام (یعنی منوعات احرام) کے ارتکاب کی وجہ سے ایک دم لازم ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ان منوعات احرام کا ارتکاب جیسے سِلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور منہ کو ڈھکنا اور خوشبو لگانا وغیرہ کا ارتکاب احرام سے نکلنے کے لئے اپنی جہالت کی بنا پر کیا ہے۔ اور اگر اس نے ان مُحَرَّمات کا ارتکاب احرام سے باہر نکلنے کے لئے نہ کیا ہو تو جتنے جرم تھے اتنی ہی جزائیں اس پر لازم آتیں چنانچہ محمد بن محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۲۷۳ھ لکھتے ہیں:

شرط خروج از احرام حج و عمرہ حلق رُبع سر یا قصر رُبع اوست در وقت حلق، پس اگر حلق و قصر نمود بیرون نیاید از احرام اگرچہ بگذرند بروئے سالہائے بسیار، و ہر بارے کہ ارتکاب محظورات متعدد و بہت ترک احرام بروئے جزائے علیحدہ مگر آنگاہ ارتکاب محظورات متعدد و بہت ترک احرام بودہ باشد کہ آنگاہ جزاء واحد لازم آید کمائیاتی قریباً (۱۴۷)

یعنی، حج و عمرہ سے نکلنے کی شرط حلق کے (مقررہ) وقت میں چوتھائی سر کا منڈوانا یا چوتھائی سر کا قصر کرنا ہے، اگر کسی نے نہ سر منڈوایا اور نہ قصر کروایا تو احرام سے باہر نہیں نکلے گا، چاہے اسے بے شمار سال گزر جائیں۔ اس دوران ہر بار جب وہ محظورات احرام کا ارتکاب کرے گا اسے علیحدہ جزاء لازم ہوگی جیسا کہ عنقریب مذکور ہوگا۔

اور لکھتے ہیں:

آنچه گفتیم کہ شرط است وقوع حلق یا قصر در وقت او پس بدانکہ ابتداء وقت حلق در حج از طلوع فجر و در نحرست و در عمرہ بعد از اتیان اکثر طواف است، ولیکن آخر ندارد در حق صحت بلکہ جمع عمر وقت اوست ہر وقتی کہ حلق نماید از احرام بیرون آید اگرچہ واجب است وقوع حلق حج در

ایام نحر بعد از رمی جمرہ عقبہ، و واجب است وقوع حلق عمرہ بعد از سعی بین الصفا والمروة و عمرہ (۱۴۸)

یعنی، ہم نے حلق یا قصر کے وقت مقررہ ہونے کی جو شرط بیان کی ہے تو جاننا چاہئے کہ حلق کا وقت حج کے لئے پس ذوالحجہ کی صبح صادق سے اور عمرہ کے لئے طواف کے اکثر (یعنی، چار) پھیرے کرنے کے بعد شروع ہوتا ہے (یعنی اگر طواف کے چار پھیروں کے بعد حلق کروالیا تو عمرہ تو ادا ہو گیا مگر چونکہ سعی سے فراغت سے قبل کر لیا پس دم لازم ہے) لیکن حلق و قصر صحیح ہونے کا آخری وقت کوئی مقرر نہیں، ساری عمر اس کا وقت ہے جب بھی سر منڈائے گا یا قصر کرے گا احرام سے باہر ہو جائے گا۔ اگرچہ حج میں رمی جمرہ عقبہ کے بعد ایام نحر میں حلق کرالیا واجب ہے اور عمرہ میں سعی کے بعد واجب ہے۔

اور وہ احرام توڑنے کی نیت کر لے تب بھی مجرم ہی رہے گا احرام سے باہر نہیں نکلے گا چنانچہ محمد بن محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

پس چنین خارج نکر دو بہ نیت رفض و احوال و واجب آید بر این شخص دم واحد برائے جمع آنچه ارتکاب کرد ہر چند کہ ارتکاب کرد جمع محظورات را و متعدد نشود بروئے جزاء بہ تعدد جنایات چون نیت کردہ است رفض احرام را زیر آنکہ او ارتکاب نمودہ است محظورات را بتاویل اگرچہ فاسد است، معتبر باشد در دفع عتبات دنیویہ، پس گویا کہ موجود شدند این ہمہ محظورات از جہت واحدہ ہستی واحد، پس متعدد نکر دو جزاء بروی این مذہب ماست، و امام زردشانی پس لازم آید بروی برائے ہر محظورے علیحدہ جزاء (۱۴۹)

یعنی، اس طرح احرام توڑنے اور حلال ہونے کی نیت سے بھی احرام سے خارج نہ ہوگا اور اس شخص پر تمام منوعات کے ارتکاب کا ایک ہی دم واجب ہوگا، چاہے تمام منوعات کا مرتکب ہوا ہو، اور جب اس نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تو متعدد جنایات پر متعدد جزائیں اس لئے واجب نہ ہوں گی کہ ان منوعات کا ارتکاب اس نے اس تاویل سے کیا ہے (وہ تاویل یہ ہے کہ میں نے احرام توڑنے کی نیت کر لی تھی اس لئے یہ منوعات میرے لئے ممنوع نہ رہے)۔ اور تاویل کو کہ فاسد ہے مگر وہ دینی ضمانتوں کے اٹھ جانے کے بارے میں معتبر ہوگی، پس کوپا کہ یہ تمام منوعات ایک ہی جہت سے ایک ہی سبب کے باعث واقع ہوئے اس لئے جزائیں بھی اس پر متعدد واجب نہ ہوں گی یہ ہمارا مذہب ہے، مگر امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک ہر ممنوع پر جزاء علیحدہ ہوگی۔

اور ہمارے اور امام شافعی کے مابین یہ اختلاف تب ہے جب اس نے احرام توڑنے کے ارادے سے ایسا کیا اور جہالت کی بناء پر سمجھ لیا کہ اب میں احرام سے باہر ہو گیا ورنہ ہر جنایت پر الگ جزا لازم ہوگی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم غٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

واین اختلاف وقتی ست کہ شخص مذکور کہ نیت رفض احرام کرده است گمان می برد بسبب جهل خود کہ او خارج گشت است از احرام بسبب این قصد، قما کسی کہ می داند کہ خارج شدہ ام من از احرام بسبب این قصد معتبر نباشد از وی قصد رفض و متعدد گردد جزا بروی بہ تعدد جنایات اتفاقی تا بینا و بین الشافعی، چنانکہ متعددی گردد اتفاقاً تا بر شخص کہ قصد نہ کرده است رفض را (اصلاً ۱۰۰)

یعنی، یہ اختلاف بھی اس وقت ہے جب اس شخص نے (ان منوعات کے ارتکاب میں) احرام توڑنے کی نیت کی ہو اور اپنی جہالت سے سمجھ لیا ہو کہ اس نیت کرنے سے وہ احرام سے نکل گیا، لیکن اگر کوئی یہ جانتا ہے کہ میں اس نیت کر لینے سے احرام سے نہیں نکلا ہوں تو ایسے شخص سے

احرام توڑنے کی نیت معتبر نہیں ہوگی۔ اس پر ہمارے اور امام شافعی کے نزدیک بالاتفاق ہر جنایت پر علیحدہ جزاء واجب ہوگی جیسا کہ باتفاق احناف وشافع اس شخص پر (جزائیں) متعدد ہوں گی، جس نے احرام توڑنے کی سرے سے نیت ہی نہ کی ہو۔

لہذا مذکور شخص اگر یہ جانتا تھا کہ میں اس طرح سے احرام سے نہیں نکلوں گا یا اسے یہ بتایا گیا تھا تو دیکھنا ہوگا کہ سعی عمرہ کے بعد اس نے کن کن منوعات احرام کا ارتکاب کیا ہے تو حنفی اس نے جنایتیں کی ہوں گی تو ان جنایتوں کے مطابق اتنی ہی جزاؤں کا حکم دیا جائے گا۔ اور اگر اُسے اس بارے میں شک تھا کہ میں صرف نیت کر لینے سے احرام سے باہر نکلوں گا یا نہیں یا اسے معلوم تو تھا کہ محض نیت کرنے سے میں احرام سے باہر نہیں نکلوں گا مگر وہ بھول گیا تو بھی اس پر جنایات کے مطابق جزائیں لازم ہوں گی چنانچہ مخدوم محمد ہاشم غٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

شیخ علی قاری گفتہ کہ باید کہ معتبر نباشد قصد رفض از شخصی کہ شک باشد در مسئلہ یا ماسی باشد حکم اورا۔ اھ (۱۰۱)

یعنی، اور ملا علی القاری (حنفی متوفی ۱۰۱۳ھ) فرماتے ہیں کہ احرام توڑنے کی نیت اس شخص کی معتبر نہ ہونی چاہئے جسے مسئلہ میں کوئی شک ہو یا اس کے حکم کو وہ بھول گیا ہو۔

اور یاد رہے کہ مذکورہ مسئلہ میں اسے حلق یا قصر بہر صورت کروانا ہوگا اگرچہ کتنا عرصہ کیوں نہ گزر گیا ہو چنانچہ مخدوم محمد ہاشم غٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

اگر مخرم بعد از احرام قصد کرد رفض احرام را پس ارتکاب کردن گرفت مخلورات احرام را چنانکہ ارتکاب کند آنہا را شخص غیر مخرم از بس خبط و تطہیب و طلق و جماع و قتل صید و امثال آن، پس بیرون نمی آید این شخص با ارتکاب این چیز با از احرام بالا جماع (۱۰۲)

یعنی، اگر حُرُم نے احرام توڑنے کا ارادہ کر لیا اور اس نے اس ارادے سے ایسے ممنوعات احرام کا ارتکاب کرنا شروع کر دیا جیسے غیر حُرُم کرنا ہے جیسا کہ سِلے ہوئے کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، سر منڈوانا، جماع کرنا اور شکار و قتل کرنا وغیرہ، تو ان افعال کے کرنے کے باوجود وہ باجماع علماء کرام احرام سے نہ نکلے گا۔

ہاں ایک صورت ہے کہ جس میں مذکور شخص محض نیت کرنے سے احرام سے نکل جاتا اور اس پر کوئی جزا ابھی لازم نہ ہوتی وہ یہ ہے کہ اس کے سر میں ایسے زخم ہوں جن کی بنا پر نہ حلق ممکن ہو اور نہ ہی قصر چنانچہ محمد بن محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

آنچه گفتیم کہ شرط خروج از احرام حلق سر یا قصر اوست استثناء کردہ شود و در صورت راکہ حاصل می شود در انہا خروج از احرام بغیر حلق و قصر یکے آن کہ معذور شوند حلق و قصر بسبب آنکہ در سر جراحتی دارد کہ مانع است از حلق و قصر، درین صورت خارج گردد از احرام بجر و نیت خروج بغیر چیزے دیگر و لازم نیاید بر وے دم و نہ صدق (۱۰۲)

یعنی، ہم نے جو یہ کہا کہ احرام سے نکلنے کے لئے حلق یا قصر شرط ہے تو اس میں تین صورتیں مستثنیٰ ہیں۔ ان میں حلق یا قصر شرط نہیں ان صورتوں میں بغیر حلق و قصر بھی احرام سے نکل آئے گا۔ پہلی صورت یہ ہے کہ حلق و قصر معذور رہو، سر میں کسی ایسے زخم کے سبب جو حلق و قصر سے مانع ہوں تو اس صورت میں محض احرام سے نکلنے کی نیت کرنے سے احرام سے بغیر کچھ اور کئے باہر ہو جائے گا اور اس پر نہ دم لازم آئے گا اور نہ صدقہ

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۲ ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ، ۱۳ دسمبر ۲۰۰۶ م (288-F)

## عمرہ میں سعی کئے بغیر حلق کروانے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص عمرہ میں سعی کو چھوڑ دے اور حلق کے بعد احرام کھول دے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: حافظ عبد الرحمن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں عمرہ ادا ہو گیا اور اس پر دم لازم آیا کہ اس نے حلق کے وقت سے قبل حلق کروایا چنانچہ ملا علی القاری الحنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

لو طاف، ثم حلق، ثم سعی صح سبعة، و عليه دم لتحلله قبل وقته و سبقه على أداء واجبه (۱۰۴)

یعنی، اگر طواف (عمرہ میں) کر لیا، پھر حلق کیا، پھر سعی کی تو اس کی سعی صح ہوگی اور اس پر وقت تکمیل کی وجہ سے دم لازم آیا اور (اس لئے کہ) اس نے اُسے (یعنی حلق کو عمرہ کے ایک واجب کی ادائیگی سے پہلے کیا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲ جمادی الأولى ۱۴۲۸ھ، ۹ مایو ۲۰۰۷ م (373-F)

## عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کے بغیر دوسرے احرام کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے عمرہ کا احرام باندھا، طواف و سعی کے بعد حلق یا تقصیر نہیں کروائی کو یا کہ اس نے سمجھ لیا کہ سعی سے اس کا عمرہ مکمل ہو گیا اور پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا اور پھر عمرہ ادا کیا، سعی کے بعد حلق یا تقصیر نہیں کروائی اور وہ ابھی حد و حریم میں ہے؟

(السائل: خرم عبدالقادر، رنچھوڑ لائن، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: جاننا چاہئے کہ جس طرح حج میں حلق یا تقصیر واجب ہے اسی طرح عمرہ میں بھی حلق یا تقصیر واجب ہے اور دونوں میں حلق یا تقصیر کا محدود حرم میں ہونا ضروری ہے، فرق صرف یہ ہے کہ عمرہ میں حلق یا تقصیر کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی متوفی ۵۹۳ھ لکھتے ہیں:

التقصير و الحلق في العمرة غير مؤقت بالزمان بالإجماع لأن أصل العمرة لا يتوقف به بخلاف المكان، لأنه مؤقت به فإن لم يقصر حتى رجوع و قصر فلا شيء عليه في قولهم جميعاً معناه إذا خرج المعتمر ثم عاد (۱۰۵)

یعنی، عمرہ میں تقصیر اور حلق بالاجماع غیر مؤقت ہے کیونکہ اصل عمرہ اس کے ساتھ مؤقت نہیں برخلاف مکان کے کیونکہ وہ اس کے ساتھ مؤقت ہے، پس اگر عمرہ ادا کرنے والے نے تقصیر (یا حلق) نہ کروایا (اور حرم سے نکل گیا) حتیٰ کہ (واپس) لوٹا اور تقصیر کروائی تو اس پر تمام امر کے قول کے مطابق کچھ لازم نہیں، معنی یہ ہے کہ جب معتزم حرم سے نکل گیا پھر لوٹا (اور اس نے تقصیر یا حلق کروایا تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا)۔

اور اگر کوئی شخص عمرہ کی سعی کے بعد حلق یا تقصیر کو ترک کر دے اور دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لے تو اس پر دم لازم ہوگا کیونکہ عمرہ میں دوسرا احرام اسی وقت باندھ سکتا ہے جب پہلے عمرہ سے حلق یا تقصیر کے ذریعے فارغ ہو جائے گا، چنانچہ علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

من فرغ من عمرته إلا التقصير فأحرم بأخرى فعليه دم لإحرامه قبل الوقت، (لأن وقته بعد الحلق الأول) لأنه جمع بين إحرامي العمرة، وهذا مكروه فيلزمه الدم وهو دم جبر و

كفارة (۱۰۶)

یعنی، جس شخص نے عمرہ ادا کیا اور تقصیر نہ کروائی پھر دوسرے عمرہ کا احرام باندھ لیا تو اس پر دم لازم ہے اس لئے کہ اس نے وقت سے قبل احرام باندھا (کیونکہ دوسرے عمرہ کے احرام کا وقت پہلے عمرہ کے حلق کے بعد ہے)۔ کیونکہ اس نے عمرہ کے دو احرام کے مابین جمع کر دیا اور یہ مکروہ ہے تو اسے دم لازم ہوا اور یہ دم کبیر و کفارہ ہے۔

نیز اس نے پہلے عمرہ کی سعی کے بعد اور دوسرے عمرہ کی نیت سے قبل اگر ممنوعات احرام کا ارتکاب کیا ہوگا تو جیسے ممنوع کا ارتکاب کیا اس کے مطابق شرعی جرمانہ اس پر لازم ہوگا اور وہ جرمانہ صدق بھی ہو سکتا ہے اور دم بھی۔ ایک بھی ہو سکتا ہے زائد بھی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

يوم السبت، ۲ جمادی الأولى ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (372-F)

### عورت کا تقصیر سے قبل کنگھی کرنا

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ مسجد عائشہ گیا ہم نے وہاں سے عمرہ کا احرام باندھا مکہ آ کر طواف کعبہ کیا اور سعی بھی کر لی اب میری بیوی نے قصر سے قبل اپنے بالوں کو کنگھی دی تاکہ بال سیدھے ہو جائیں پھر قصر کروایا تو کیا اس صورت میں اس پر کچھ لازم آئے گا؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں دیکھا جائے گا کہ کنگھی سے بال ٹوٹے ہیں یا نہیں، اگر نہ ٹوٹے ہوں تو اس پر کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ اس نے بُرا کیا کیونکہ قصر یا حلق سے قبل احرام برقرار رہتا ہے اور حالت احرام میں زینت ممنوع ہے اور کنگھی دینا زینت ہے، اور اس میں بال ٹوٹنے کا احتمال ہوتا ہے۔ اور اگر کنگھی دینے سے بال ٹوٹے ہوں تو دیکھا جائے گا کتنے ٹوٹے ہیں اگر ایک یا دو یا تین ہوں تو ہر بال کے بدلے



کھجور صدقہ کرے، یا مٹھی بھر گندم صدقہ کرے اور اگر تین سے زائد ہوں تو صدقہ فطر کی مقدار گندم یا دوا ان کی قیمت صدقہ کرنا لازم ہوگی اور یہ مقدار چوتھائی سرتک رہتی ہے، چوتھائی سرتک کی مقدار ہونے پر دم لازم آتا ہے۔ چنانچہ مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

پس اگر یک دوسہ موی باشد واجب شود یک کف از گندم یا بد بد برائے موی یک خرما، اگر زائد شوند بر سہ موی نصف صاع گندم یا بد مادام کہ زائد بر ربع رأس و ربع لحيہ، و چون ربع رسید فتح شاة لازم گردد (۱۰۷) یعنی، پس اگر تین بال تک ہوں تو ایک مٹھی گندم دے دے، یا جر بال کے عوض ایک کھجور صدقہ دے، اور اگر تین بالوں سے زائد کریں نصف صاع گندم صدقہ دے، یہ مقدار چوتھائی سرتک یا داڑھی کے بقدر نہ ہو تو نصف صاع (یعنی تقریباً دو کلو پینتالیس گرام) گندم ہی دیا جائے گا، چوتھائی کی مقدار کو پہنچ جائے تو بکری ذبح کرنی لازم ہوگی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الجمعہ، ۲ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ، ۲۲ دسمبر ۲۰۰۶ م (311-F)

## محرم کا بھولے سے قلیل مدت کے لئے اپنے چہرے کو چھپا لینا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ محرم نے بھولے سے کپڑے سے منہ صاف کیا اور اس کا کچھ یا پورا منہ کچھ وقت کے لئے چھپ گیا تو اس صورت میں اس پر کچھ لازم آئے گا یا نہیں؟ اور اگر ٹشو پیپر وغیرہ سے ناک صاف کرنے کی حاجت پیش آجائے تو وہ ناک کو کس طرح صاف کرے اور اگر چہرے پر پسینہ شدید ہو تو اسے ٹشو پیپر وغیرہ سے کیسے صاف کرے؟

(السائل: C/O محمد عارف عطاری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: منہ کی نگلی پوری چھپے یا چوتھائی اگر

۱۰۷۔ حیاة القلوب فی زیلۃ المحبوب، باب اول فصل ششم در بیان محرمات احرام، ص ۸۵

لگا تا چار پہر ہو تو دم لازم آتا ہے اس سے کم ہو تو صدقہ چنانچہ صدر الشریعہ محمد ابجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "فتاویٰ عالمگیری" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مرد یا عورت نے مونہ کی نگلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگا تا چھپانے میں دم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔ (۱۵۸)

اس صورت میں اس نے یا تو پورے یا چوتھائی چہرہ کو چھپایا ہوگا اور ظاہر ہے کہ چہرہ کا چھپانا قلیل مدت کے لئے پایا گیا اس لئے اس پر صرف صدقہ لازم ہوگا۔ اور اگر چوتھائی چہرہ سے کم چہرہ کو چھپانا پایا گیا اور مدت قلیل ہے تو اس پر صدقہ بھی لازم نہ ہوگا۔

یا درہے کہ لزوم جزائیں چہرے کا اپنے فعل سے چھپنا اور کسی دوسرے کے فعل سے چھپنا ایک ہی حکم رکھتا ہے ہاں لزوم گناہ میں دونوں میں فرق ہے کہ پہلی صورت میں میں مخلوق احرام کا مرتکب ہونے کی وجہ سے گنہگار ہوگا جب کہ دوسری صورت میں گنہگار نہ ہوگا۔

اور بے خوشبو کے ٹشو پیپر وغیرہ سے بوقت حاجت ناک صاف کرنے میں حرج نہیں جب کہ صاف کرتے وقت ٹشو پیپر چوتھائی چہرے کو نہ چھپائے تو محرم کو چاہئے کہ ایسی صورت میں کامل احتیاط سے کام لے ٹشو پیپر وغیرہ کو ایک جگہ جمع کر کے تہہ کر لے تاکہ چہرے پر پھیلنے سے چہرہ کے ڈھکنے کا احتمال نہ رہے اور ناک کے اسی مقام پر اسے لگائے جہاں اس نے صاف کرنی ہے۔ اسی طرح اگر پسینہ وغیرہ پونچھنے کی حاجت پیش آئے تو بھی ٹشو پیپر کو ہاتھ سے جمع کر کے یکے بعد دیگرے چہرے کے تھوڑے تھوڑے حصے پر مس کرتا جائے اس طرح وہ پسینہ کو خشک کر لے اُسے پھیلا کر پسینے کو صاف نہ کرے کہ اس میں چہرے کا ڈھکنا پایا جائے گا جو کہ احرام کی حالت میں مرد و عورت دونوں کے لئے ممنوع ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۵ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۶ دسمبر ۲۰۰۶ م (294-F)

۱۰۸۔ بہار الشریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، حریم و ران کے کفارے کا بیان، ص ۵۰۱، ۵۰۲



## احرام میں منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہاتھ سے ناک صاف کیا یا ناک پر ہاتھ رکھا، اسی طرح سر پر ہاتھ رکھے یا اپنے ہاتھوں کو منہ پر اس طرح پھیرا کہ منہ چھپ گیا جیسا کہ عموماً پسینہ وغیرہ آ جانے پر یا وضو کے بعد چہرہ صاف کرنے میں ہوتا ہے تو اس صورت میں کچھ کفارہ لازم آئے گا یا نہیں؟

(السائل: C/O محمد عارف عطاری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اگر ناک صاف کیا یا اس پر ہاتھ رکھا یا سر پر ہاتھ رکھا تو کچھ بھی لازم نہیں آئے گا کیونکہ اسے ناک ڈھلکانا اور سر چھپانا نہیں کہا جاتا چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی مباحات احرام کے بیان میں لکھتے ہیں: "و وضع يده أو يد غيره على رأسه أو أنفه أو راسك أو تحت ماعلى تاري حنفى متونى ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

أى بالاتفاق، لأنه لا يمسى لأبسا للرأس و لا مغطياً لأنف (۱۰۹)

یعنی، اپنا یا دوسرے کا ہاتھ اپنے سر یا ناک پر رکھنا بالاتفاق مباح ہے کیونکہ اسے سر کو ڈھکنے والا اور سر کو چھپانے والا نہیں کہا جاتا۔

علامہ نظام الدین حنفی متونى ۱۱۶۱ھ اور جماعت علماء ہند نے نقل کیا کہ

لا بأس بأن يضع يده على أنفه كذا فى "البحر الرائق" (۱۶۰)

یعنی، اس میں کوئی حرج نہیں کہ محرم اپنا ہاتھ اپنے ناک پر رکھے، اسی طرح "بحر الرائق" میں ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی متونى ۱۱۷۴ھ لکھتے ہیں:

نہادن دست خود یا دست غیر خود بر سر خود، یا بر بیتی خود زیر اٹکا شمیمہ کردہ

۱۰۹۔ السلك المنقسط فى النسك المتوسط، فصل فى مباحاته، ص ۱۳۶

۱۶۰۔ الفتاوى الهندية، المحلد (۱)، كتاب الحج، الباب الرابع فيما يفعله المحرم بعد الإحرام، ص ۲۲۴

نہی شود در عرف لابس راس و نہ بسا تر بیتی (۱۶۱)

یعنی، اپنا یا دوسرے کا ہاتھ اپنے سر یا ناک پر رکھنا (مباحات احرام میں سے ہے) کیونکہ بحرف میں اس کو نہ سر ڈھانکنے والا کہتے ہیں اور نہ ناک کو چھپانے والا۔

باقی رہا چہرہ تو اسے چھپانا جائز نہیں ہے، چنانچہ ملا علی قاری حنفی متونى ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

و تغطيه الرأس أى كلفه أو بعضه لكنه فى حق الرجل و الوجه

أى للرجل و المرأة (۱۶۲)

یعنی، مرد کے لئے پورے سر یا اس کے کچھ حصے کو ڈھانکنا اور مرد و عورت کے لئے چہرے کو ڈھانکنا محرمات احرام میں سے ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

جائز نیست محرم را پوشیدن تمام روى یا بعض آن اگر چه محرم مرد باشد یا

زن (۱۶۳)

یعنی، محرم کے لئے اپنے پورے چہرے کو چھپانا جائز نہیں، محرم چاہے مرد ہو یا عورت (دونوں کا یہی حکم ہے)۔

لہذا صرف ناک یا منہ یا سر پر ہاتھ رکھنے میں حرج نہیں ہے اور چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی صورت میں بھی کچھ لازم نہیں آئے گا کیونکہ اسے فقہاء کرام نے اسے محرمات احرام میں ذکر نہیں کیا اور اسے عادتاً و عرفاً ڈھلکانا نہیں کہا جاتا، اور اس طرح ہاتھ پھیرنا کہ چہرہ مکمل یا چوتھائی چھپ جائے اس سے احتراز کرنا چاہئے کیونکہ فقہاء کرام نے اسے مباحات احرام میں ذکر نہیں کیا، علاوہ ازیں ہاتھ پھیرنے میں بال گرنے کا بھی احتمال ہے، اور تو لئے یا دوسرے کسی کپڑے سے ایسا کرنا ممنوع ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں ہے۔ اور کپڑے سے ناک

۱۶۱۔ حیاة القلوب فى زیلة السجوب، باب لول، فصل هشتم، در بیان مباحات احرام، ص ۹۷

۱۶۲۔ السلك المنقسط فى النسك المتوسط، فصل: فى محرمات الاحرام، ص ۱۳۱

۱۶۳۔ حیاة القلوب فى زیلة السجوب، باب لول، فصل ششم، در بیان محرمات احرام، ص ۸۷

صاف کرنے کی حاجت ہو تو اس طرح صاف کرے کہ کپڑے سے چہرے کا چوتھائی حصہ نہ ڈھکنے پائے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ۲۶ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۶ دسمبر ۲۰۰۶ م (296-F)

بھولے سے یا کسی دوسرے کے فعل سے حُرْم کے سر یا چہرے پر

کپڑا آنے کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ احرام میں کبھی کبھار بھولے سے سر پر احرام کی چادر آ جاتی ہے اور کبھی دوسرے اپنی چادر درست کرتے ہیں تو کسی حُرْم کے منہ پر لگ جاتی ہے تو اس صورت میں کیا حُرْم پر کچھ لازم ہوگا یا نہیں؟ اسی طرح چہرے کا معاملہ ہے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟

(السائل: محمد شفاق قادری، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: سر اور چہرے کا چھپانا حُرْمات احرام میں سے ہے اس لئے جائز نہیں چنانچہ ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و تغطية الرأس أى كله أو بعضه لكنه فى حق الرجل (۱۶۴)

یعنی، حُرْمات احرام میں سے پورے سر یا اس کے کچھ حصے کو ڈھانکنا ہے لیکن یہ حکم مرد کے لئے ہے۔

اور مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

جائز نیست حُرْم را اگر مرد باشد پوشیدن تمام سر یا بعض آن

یعنی، جائز نہیں مرد حُرْم کو پورے یا بعض سر کا ڈھانکنا۔

اور لکھتے ہیں:

۱۶۴۔ السلك المنقطع فى النسك المنوط، فصل فى محرمات الإحرام، ص ۱۳۱

حرم پوشیدن سر در حق مرد حُرْم نیز وقتی باشد کہ پوشد آن را بچہرے کہ پوشیدہ شود بآن سر را بطریق عادت چنانچہ جامہ و مانند آن باطین یا حناء کو فتہ (۱۶۵)

یعنی، حُرْم مرد کے لئے سر چھپانے کی حرمت اس صورت میں ہے جب کسی ایسی چیز سے سر چھپائے جس سے عام طور پر عادتاً سر چھپایا جاتا ہو جیسے کپڑا (رومال وغیرہ) یا گیلی مٹی، یا کوئی ہونی مہندی۔

اور چہرہ چھپانا مرد و عورت دونوں کو ناجائز ہے چنانچہ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

و الوجه أى للرجل و المرأة (۱۶۶)

یعنی، حُرْمات احرام میں سے ہے مرد اور عورت کا چہرہ کا چھپانا۔

اور مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی لکھتے ہیں:

جائز نیست حُرْم را پوشیدن تمام روى یا بعض آن اگر چہ حُرْم مرد باشد

یا زن (۱۶۷)

یعنی، حُرْم عورت ہو یا مرد اسے پورا چہرہ یا کچھ حصہ ڈھانکنا جائز نہیں۔

اور ممنوعات احرام کے ارتکاب پر جز اوں کے لزوم میں سہو، نسیان اور عمدتوں برآمد ہوتے ہیں اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں کہ ممنوع کا ارتکاب اپنے فعل سے ہو یا دوسرے کسی کے فعل سے ہو، بہر حال جز لازم ہو جائے گی، صرف دوسرے کے فعل سے ہونے کی صورت میں گناہ نہیں ہوگا۔

صورت مذکورہ میں مرد کا پورا سر ڈھک جائے یا چوتھائی اس پر صدقہ لازم ہوگا اسی طرح چہرہ کی نگلی پوری ڈھکے یا چوتھائی تو صدقہ ہے چوتھائی سے کم میں کچھ نہیں، چنانچہ امام ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان الکرمانی لکھتے ہیں:

۱۶۵۔ حياة القلوب فى زیلة المحبوب، باب لول، فصل ششم در بیان محرمات احرام، ص ۸۷

۱۶۶۔ السلك المنقطع فى النسك المنوط، ص ۱۳۱

۱۶۷۔ حياة القلوب فى زیلة المحبوب، ص ۸۷

و لو غطى ربع رأسه ما عرف، و ان كان أقل من ذلك فعليه

صلاة لخفة الحناية (۱۶۸)

یعنی، اگر چوتھائی سر یا اس سے زائد کو ایک کامل دن تک ڈھکے رکھا تو اس پر دم لازم ہے، کیونکہ چوتھائی مکمل کے قائم مقام ہے اور اگر اس سے کم ہو تو جنایت کے خفیف ہونے کی وجہ سے صدقہ لازم ہوگا۔

اور اگر چوتھائی سر یا چہرے کے ڈھکنے کی مدت چار پہر ہو جاتی تو دم لازم آتا چنانچہ لکھتے ہیں:

و عندنا مقبرة، ما لم يكن يوماً أو ليلة لا يلزمه دم، و ان كان أقل من ذلك لزمه صدقة، و إنما قلنا بيوم كامل أو ليلة، لأن كمال الترفة لا يحصل إلا بيوم كامل فتوجب كمال الدم، و ان كان أقل من يوم تحب صدقة، نصف صاع من بر كما في صلاة الفطر (۱۶۹)

یعنی، اور ہمارے نزدیک اس کا اندازہ مقرر ہے جب تک ایک دن یا ایک رات نہ ہو تو اس پر دم لازم نہ ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو اسے صدقہ لازم ہوگا، کیونکہ کمال نفع ایک دن یا ایک رات کے بغیر حاصل نہیں ہوتا تو کامل دم لازم ہوگا اور اگر (کامل) دن (چار پہر) سے کم ہو تو نصف صاع گندم صدقہ واجب ہے جیسا کہ صدقہ فطر میں۔ (یعنی، تقریباً دھوکو پیتا لیس گرام گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا)

اور چہرے کا وہی حکم ہے جو سر کا حکم ہے یعنی چوتھائی چہرہ مکمل چہرے کے قائم مقام ہے اور اس میں بھی دم کے وجوب کے لئے ایک دن یا ایک رات ڈھکا ہونا ضروری ہے اور اس مقدار سے کم میں صدقہ واجب ہے، چنانچہ امام کرمانی لکھتے ہیں:

۱۶۸۔ المسالك في المناسك: ۷۰۷/۲

۱۶۹۔ المسالك في المناسك: ۷۰۸/۲

و كنا الحكم في الوجه: عندنا لا يحوز تغطيته، و لو غطاء

تحب القدية كما في الرأس (۱۷۰)

یعنی، چہرے میں حکم اسی طرح ہے ہمارے نزدیک چہرے کو ڈھکانا جائز نہیں اور اگر چہرے کو ڈھک دیا تو فدیہ واجب ہے جیسا کہ سر کے ڈھکنے میں۔

امام شمس الدین ابو بکر محمد سرخسی لکھتے ہیں، ہماری دلیل اعرابی کی حدیث ہے جب کہ انہیں اونٹنی نے گر لیا اور اس سے ان کا انتقال ہو گیا اور وہ حالت احرام میں تھے تو نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”لَا تُحْمَرُوا رَأْسَهُ وَ وَجْهَهُ“ و في هذا تنصيص على أن المحرم

لا يغطي رأسه و وجهه

یعنی، ”اس کے سر اور چہرے کو (کفن سے) نہ ڈھکو“، یہ اس بات میں نص ہے کہ حُرّم اپنے سر اور چہرے کو نہ ڈھکے۔ اور لکھتے ہیں:

و رخص رسول الله ﷺ لعثمان رضي الله عنه حين اشتكت عينه في حال الإحرام أن يغطي وجهه، فتخصيصه حالة الضرورة بالرخصة دليل على أن المحرم منهي عن تغطية الوجه (۱۷۱)

یعنی، رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو چہرہ ڈھکنے کی اجازت دی جب کہ حالت احرام میں ان کی آنکھ میں تکلیف ہوئی، تو حالت ضرورت کے ساتھ رخصت کی تخصیص اس بات کی دلیل ہے کہ حُرّم کو چہرے کا ڈھکانا ممنوع ہے۔

۱۷۰۔ المسالك في المناسك: ۷۰۸/۲

۱۷۱۔ كتاب المبسوط، المجلد (۲)، الجزء (۴)، كتاب المناسك، ص ۸

اسی طرح ”بہار شریعت میں بحوالہ عالمگیری“ ہے۔ (۱۷۲)

لہذا ثابت ہوا کہ دم کے لزوم کے لئے کم از کم چوتھائی چہرے کا ڈھکنا اور اس حالت پر چارپہر گز رہنا ضروری ہے۔

اور اگر چہ تو چوتھائی یا اس سے زیادہ ڈھکا مگر وقت چارپہر سے کم گزرا تو صدق لازم ہوگا۔

اور اگر چہ چوتھائی سے کم ڈھکا اور اس پر چارپہر گزر گئے تو بھی صدق لازم ہوگا۔

اور اگر چہ چوتھائی سے کم ڈھکا اور اس پر وقت کے چارپہر بھی نہ گزرے تو اس پر کچھ نہیں۔

اور ظاہر ہے کہ جب کسی نے چادر درست کی اور دوسرے کے چہرے یا سر پر لگ گئی تو غالب یہی ہے کہ کم از کم چوتھائی سر یا چہرہ پر لگ ہی جائے گی اور جب اتنا سر یا چہرہ کپڑے سے چھپ گیا اگرچہ دوسرے کے فعل سے ہو یا اپنے فعل سے یا بھول کر ہو اگرچہ قلیل وقت کے لئے ہو صدق واجب ہو جائے گا۔ ہاں اگر چوتھائی سر یا منہ سے کم ہو تو کچھ لازم نہ ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۲۷ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۱۸ دسمبر ۲۰۰۶ م (297-F)

**دوران سعی زوجین کا شہوت کے ساتھ ایک دوسرے کو چھونا**

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص

اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے عمرہ کی سعی کر رہا تھا کہ اُسے شہوت پیدا ہو گئی، اس صورت میں اس کا عمرہ صحیح ہوا یا نہیں اور اس پر کیا لازم آئے گا اور عورت کے لئے کیا حکم ہے؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں مرد پر دم لازم ہو

گا چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور ملا علی قاری لکھتے ہیں:

۱۷۶۔ حصہ ششم، حج کا بیان، جرم دوران کے کفار سے ص ۱۰۳

بأشهر أو عائق أو قبل أو لمس بشهوة قبل لكل فأنزل أو لم ينزل

أي في الجميع فعليه دم كما في "المسوط" و "الهداية"، و

"الكافي" و "البدائع" و "شرح المحمّع و غيرها" (۱۷۳)

یعنی، شہوت کے ساتھ مباشرت کی یا بوسہ لیا یا چھو ا تو تمام صورتوں میں

اس پر دم لازم ہے جیسا کہ مسوط، ہدایہ، کافی، بدائع اور شرح الجمع

و غیر ہا میں ہے۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متوفی ۱۳۶۷ھ "در مختار" اور "رد المختار" (۵۵۴/۲)

کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مباشرت فاحشہ اور شہوت کے ساتھ بوس و کنار اور بدن کو مس کرنے

میں دم ہے اگرچہ انزال نہ ہو۔ (۱۷۴)

اور اس فعل سے اگر عورت کو بھی لذت کا احساس ہوا ہو تو اس پر بھی دم لازم ہے چنانچہ

"جوہرۃ النہرۃ" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

مرد کے ان افعال سے عورت کو لذت آئے تو وہ بھی دم دے۔ (۱۷۵)

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الخميس، ۱ ذوالحجہ ۱۴۲۷ھ، ۲۱ دسمبر ۲۰۰۶ م (310-F)

**متمتع کا قربانی سے قبل حلق کروانا**

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص

کی قربانی نہ ہوئی تھی اسے بتایا گیا کہ تیری قربانی ہو گئی ہے تو اس نے حلق کر دیا تو اس صورت

میں اس پر کیا لازم آئے گا؟

(السائل: محمد رضوان، لیبیک حج گروپ، کھار اور)

۱۷۳۔ المسالك المنفطحة في المناسك المنوط، باب العنايات، فصل في حكم دواعي الحجاج، ص ۲۸۰

۱۷۴۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، ص ۱۰۶

۱۷۵۔ بہار شریعت، جلد (۱)، حصہ (۶)، حج کا بیان، جرم دوران کے کفار کے بیان، ص ۱۰۶

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اس صورت میں اس شخص پر دم لازم ہے کیونکہ ہم احناف کے نزدیک متمتع رمی، ذبح اور حلق میں ترتیب واجب ہے، جب اس نے ذبح سے قبل حلق کروالیا تو ترتیب برقرار نہ رہی جو کہ واجبات میں سے ہے، چنانچہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی متوفی ۱۱۷۴ھ واجبات حج کے بیان میں لکھتے ہیں:

یدست و ششم: تقدیم رمی جمار بر ذبح در حق تارن و متمتع ..... یدست و ششم:

تقدیم ذبح ہدی بر حلق در حق تارن و متمتع ایضاً (۱۷۶)

یعنی، چھبیسواں (واجب): رمی جمار کا ذبح پر مقدم ہونا تارن اور متمتع کے حق میں۔ اٹھائیسویں (واجب): ذبح ہدی کا بھی حلق پر مقدم ہونا تارن اور متمتع کے حق میں۔

لہذا ترک واجب کی وجہ سے اس پر دم لازم آئے گا، چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی لکھتے ہیں:

و لو حلق المفرد أو غيره قبل الرمي، أو القارن أو المتمتع قبل

الذبح فعليه دم (۱۷۷)

یعنی، اگر مفرد یا غیر مفرد (تارن یا متمتع) نے اس سے قبل حلق کیا یا تارن یا متمتع نے ذبح سے قبل حلق کیا، یا تارن یا متمتع نے رمی سے قبل ذبح کیا تو اس پر (ترک ترتیب کی وجہ سے) دم لازم ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۸ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ، ۱ نومبر ۲۰۰۶ م (234-F)

رمی، قربانی، حلق اور طواف زیارت میں ترتیب کا حکم

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں

۱۷۶۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب، مقدمہ الرسالة، فصل سیوم، واجبات حج، ص ۴۴

۱۷۷۔ لباب المناسک، باب الحنايات، فصل فی ترک الترتیب بین افعال الحج

کہ جیسے رمی قربانی اور حلق میں ترتیب واجب ہے اسی طرح طواف زیارت کا ان تین امور کے بعد کرنا واجب ہے یا مسنون ہے

(السائل: محمد عرفان ضیائی، نور مسجد مٹھادر، کراچی)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: روزنجر (یعنی دس ذو

الحج کو) اعمال شروع چار ہیں

۱۔ رمی جمرہ عقبہ ۲۔ جانور کی قربانی

۳۔ حلق یا قصر ۴۔ طواف زیارت

اور اگر کسی نے طواف کے ساتھ سعی نہ کی تو اس کے لئے پانچویں چیز سعی بھی مشروع

ہے۔ (۱۷۸)

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۱۷۹) اور علامہ سراج الدین عمر بن

ابرہیم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ (۱۸۰) لکھتے ہیں:

واعلم أن ما يفعل يوم النحر أربعة: الرمي، والنحر، والحلق،

والطواف

یعنی، جانا چاہئے کہ حاجی (تارن یا متمتع) دسویں ذوالحجہ جو کو کام کرے

گا وہ چار ہیں: (۱) رمی جمرہ عقبہ، (۲) جانور کی قربانی، (۳) حلق (یا

تقصیر)، (۴) طواف زیارت

علامہ ابوبکر بن علی حدادی حنفی متوفی ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

قال في "النهاية" الأُمور الأربعة وهي الرمي والذبح والحلق،

والطواف تفعل في أول أيام النحر على الترتيب وضابطة "رد

۱۷۸۔ حیاة القلوب فی زیارة المحبوب للمخلوم محمد هاشم الفتوى، باب نهم، فصل الثاني، ص ۲۱۰

۱۷۹۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۳)، كتاب الحج، باب الحنايات، فصل، تحت قوله

أو أخر الحلق الخ، ص ۲۴

۱۸۰۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۲)، كتاب الحج، باب الحنايات، تحت قوله:

أو طواف الركن، ص ۳۰



ح ط "قالراء الرمی، والذال الذبح، والحاء الحلق، والطاء

الطواف الخ (۱۸۱)

اور علامہ علاء الدین <sup>حصہ</sup> ص ۱۱۰۸ھ (۱۸۸۶) اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۱۸۳۲) نقل کرتے ہیں:

فحب فی یوم النحر أربعة أشياء: الرمی، ثم الذبح لغیر

المفرد، ثم الحلق، ثم الطواف

یعنی، دسویں ذوالحجہ کو حاجی (تارن یا متمتع) پر چار چیزیں واجب ہیں:

(۱) رمی، (۲) قربانی، (۳) حلق، (۴) طواف زیارت۔

اور طواف زیارت کے درست ہونے کا وقت دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے شروع ہوتا ہے۔ اس وقت سے قبل اگر کسی نے طواف زیارت کر لیا تو وہ طواف درست نہ ہوگا۔ اور دسویں کی صبح صادق کے بعد کرے گا تو درست ہو جائے گا اگرچہ وہ رمی و حلق سے قبل ہی کیوں نہ کرے، چنانچہ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ (۱۸۴۰) لکھتے ہیں اور ان سے علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ (۱۸۵۰) نقل کرتے ہیں:

أول وقت صحته إذا طلع الفجر من يوم النحر ولو قبل الرمی

والحلق

یعنی، طواف زیارت کے درست ہونے کا اول وقت وہ ہے جب دسویں

۱۸۱۔ الحوہ النيرة، المجلد (۱)، کتاب الحج، تحت قوله: وقد حل له كل شيء الخ ص ۲۰۵

۱۸۲۔ الدر المختل، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب العنايات، ص ۵۰۴

۱۸۳۔ رد المحتار على الدر المختل، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج و

واجبات، ص ۴۷۰

۱۸۴۔ البحر الرائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، باب الإحرام، تحت قوله: ثم إلى مكة يوم النحر

الخ، ص ۳۴۷

۱۸۵۔ منحة الخالق على البحر الرائق، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب العنايات، تحت قوله: وقد

نص في "المعراج" الخ، ص ۲۴

ذوالحجہ کی فجر طلوع ہو جائے، اگرچہ رمی اور حلق سے قبل ہو (یعنی رمی اور

حلق سے قبل طواف زیارت کر لے تو طواف درست ہو جائے گا)۔

اس سے معلوم ہوا اگر کسی شخص نے حلق (سر منڈوانے) سے قبل طواف زیارت کر لیا تو

اُس کا طواف درست ہو جائے گا اور اس طرح کرنے اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا

علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی سر منڈوانے سے قبل طواف زیارت کرنے والے کے

بارے میں لکھتے ہیں:

وقد نصّ في "المعراج" في مسألة حلق القارن قبل الذبح أنه

إذا قَدِمَ الطواف على الحلق لا يلزمه شيء (۱۸۶)

یعنی، اور "معراج" میں تارن (حاجی) کے قربانی سے قبل حلق کرنے

کے مسئلہ میں تصریح فرمائی ہے کہ حاجی نے جب حلق سے قبل طواف

زیارت کر لیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا (کیونکہ طواف زیارت اور ان

اُمور ثلاثہ میں ترتیب واجب نہیں بلکہ سنت ہے)

اور علامہ سراج الدین عمر ابوالہیثم ابن نجیم حنفی متوفی ۱۰۰۵ھ لکھتے ہیں:

نقل في مسألة حلق القارن قبل الذبح عن "مبسوط" شيخ

الإسلام أنه لو قَدِمَ الطواف على الحلق لا يلزمه شيء (۱۸۷)

یعنی، تارن (حاجی) کے ذبح سے قبل حلق کرنے کا مسئلہ میں شیخ الاسلام

کی کتاب "مبسوط" سے منقول ہے کہ اگر حاجی نے طواف کو حلق پر

مقدم کیا تو اس پر کوئی چیز لازم نہ آئے گی

اور علامہ سید احمد بن محمد طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ لکھتے ہیں:

إن طاف قبل الحلق لشيء عليه، لكن لا يحل بهذا الطواف

۱۸۶۔ البحر الرائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب العنايات، تحت قوله: أو أخر

الحلق الخ، ص ۲۴

۱۸۷۔ النهر الفائق شرح كنز الدقائق، المجلد (۳)، کتاب الحج، باب العنايات، تحت قوله:

طواف الركن، ص ۱۳۰

بل يحل بحلق (۱۸۸)

یعنی، اگر حلق (سر منڈوانے) سے قبل طواف زیارت کر لیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا، لیکن اس طواف سے وہ احرام سے فارغ نہ ہوگا بلکہ حلق (یعنی سر منڈوانے) سے وہ احرام سے فارغ ہوگا

جس طرح حلق سے قبل طواف زیارت کرنے سے کچھ لازم نہیں آئے گا اسی طرح رمی سے قبل طواف زیارت کر لیا تو بھی ایسا کرنے والے پر کچھ لازم نہ ہوگا چنانچہ علامہ علی بن سلطان ملا علی قاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

ولو طاف أى المفرد وغيره قبل الرمي والحلق لاشئ عليه (۱۸۹)  
یعنی، اگر مفرد بالجماع اور اس کے غیر (متمتع اور تارن) نے (جرمہ عقبہ کی) رمی (یعنی کنکریاں مارنے) اور حلق (یعنی سر منڈوانے) سے قبل طواف زیارت کر لیا تو اس پر کچھ لازم نہیں

اور علامہ علاؤ الدین حصکلی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

لكن لا شئ على من طاف قبل الرمي والحلق (۱۹۰)  
یعنی، لیکن جس نے طواف زیارت رمی (یعنی جرمہ عقبہ کو کنکریاں مارنے) اور حلق (یعنی سر منڈوانے یا تقصیر) سے پہلے کیا تو اس پر کچھ لازم نہیں آئے گا۔

اور دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

فلو طاف قبل الرمي والحلق لا شئ عليه (۱۹۱)

۱۸۸۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختل، المحلد (۱)، کتاب الحج، باب الحنایات، تحت قولہ:

والحلق، ص ۲۵۰

۱۸۹۔ المسالك المنقسط: فی المناسک المنوطة، باب الحنایات، فصل فی ترك الترتیب بین أفعال

الحج، ص ۲۹۶

۱۹۰۔ الدر المختل، المحلد (۲)، کتاب الحج، باب الحنایات، ص ۵۰۴

۱۹۱۔ الدر المختل، المحلد (۲)، کتاب الحج، تحت قول التوضیر: والترتیب الأخرى الخ ص ۴۷۰

یعنی، پس اگر رمی اور حلق سے قبل طواف زیارت کر لیا تو اس پر کچھ لازم نہ آئے گا۔

اسی طرح تارن یا متمتع حاجی نے اگر قربانی سے قبل طواف زیارت کر لیا تو اس پر بھی کچھ لازم نہیں ہوگا کہ جس طرح رمی اور طواف زیارت میں ترتیب واجب نہیں اسی طرح قربانی اور طواف زیارت میں بھی ترتیب واجب نہیں، چنانچہ سید محمد امین ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

إذا لم يحجب ترتيب الطواف على الرمي لم يحجب على الذبح (۱۹۲)

یعنی، جب طواف زیارت کی ترتیب رمی پر واجب نہیں تو اس کی ترتیب قربانی پر بھی واجب نہیں ہے  
چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد طحاوی حنفی لکھتے ہیں:

وكذا لو طاف القارن والمتمتع قبل الذبح، لأن الطواف إذا كان لا يلزم بتقدمه على الرمي المتقدم على الذبح شئ فمن باب أولى أن لا يلزم في تقدمه على الذبح الواجب في القارن والمتمتع الحج (۱۹۳)

یعنی، اور اسی طرح اگر تارن اور متمتع نے قربانی سے قبل طواف زیارت لیا (تو اس پر کچھ لازم نہ ہوگا) کیونکہ جب رمی جو قربانی پر (ترتیب میں) مقدم ہے اس سے قبل طواف زیارت کرنے سے کچھ لازم نہیں آتا تو تارن اور متمتع کے لئے قربانی سے قبل طواف زیارت کرنے سے بطریق اولیٰ کچھ لازم نہیں آئے گا

اور فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ طواف زیارت اور اُمو بثلث (یعنی رمی و ذبح و حلق) میں ترتیب واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ چنانچہ علامہ رحمت اللہ بن عبد اللہ سندھی حنفی اور علامہ علی

۱۹۲۔ رد المحتار علی الدر المختل، المحلد (۲)، کتاب الحج، باب الحنایات، ص ۵۰۵

۱۹۳۔ حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختل، المحلد (۱)، باب الحنایات، ص ۲۵۰

بن سلطان ملا علی القاری متوفی ۱۰۰۴ھ لکھتے ہیں:

وأما الترتيب بينه أي بين طواف الزيارة وبين الرمي والحلق أي

كرويه بعدهما ، فسنة (۱۹۴)

یعنی، اگر ترتیب طواف زیارت اور رمی و حلق کے مابین یعنی طواف

زیارت کا رمی و حلق کے بعد ہونا تو وہ سنت ہے

اور علامہ علاء الدین حصکلی متوفی ۱۰۸۸ھ لکھتے ہیں:

وأما الترتيب بين الطواف وبين الرمي والحلق فسنة فلو طاف

قبل الرمي والحلق لا شيء عليه ويكره "الباب" (۱۹۵)

یعنی، اور مگر طواف زیارت اور رمی و حلق میں ترتیب تو وہ سنت ہے، پس

اگر رمی و حلق سے قبل طواف زیارت کر لیا تو اس پر کچھ لازم نہیں، اور

مکروہ ہوگا۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

أما الترتيب بينه وبين الرمي والحلق فسنة (۱۹۶)

یعنی، مگر طواف زیارت اور رمی و حلق میں ترتیب تو وہ سنت ہے

لہذا طواف زیارت اور اُمور ثلاثہ (رمی، قربانی اور حلق) میں ترتیب سنت ہے نہ کہ وہ

واجب اسی لئے فقہاء کرام نے تصریح کر دی کہ طواف زیارت اور اُمور ثلاثہ میں ترتیب

واجب نہیں، چنانچہ علامہ رحمت اللہ سندھی حنفی طواف زیارت اور رمی و حلق کے مابین ترتیب

کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۹۴۔ السالك المنقطع في المنك المتوسط ، باب طواف الزيارة ، فصل : في شرائط صحة

الطواف ، ص ۲۵۷

۱۹۵۔ الدر المختار ، المجلد (۲) کتاب الحج ، تحت قول التنوير : و الترتيب الاثنى الخ ص ۴۷۰

۱۹۶۔ رد المحتار علی الدر المختار ، المجلد (۲) کتاب الحج ، مطلب : في طواف الزيلة ، ص ۵۱۷

أيضاً منحه الخالق علی البحر الرائق ، المجلد (۲) ، کتاب الحج ، باب الإحرام ، تحت قول

صاحب البحر : وقول المصنف : فطف الخ ، ص ۳۴۷

ولیس بواجب (۱۹۷)

یعنی، (ان کے مابین) ترتیب واجب نہیں

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شيء من الثلاثة (۱۹۸)

یعنی، حاصل کلام یہ ہے کہ طواف زیارت کی ترتیب اُمور ثلاثہ پر واجب

نہیں ہے

جب رمی و حلق میں مغرد بالبح کے لئے اور رمی، قربانی اور حلق میں تارن اور متمتع کے

لئے ترتیب واجب ہے تو پھر اس ترتیب کا خلاف کرنے کی صورت میں دم واجب ہوتا

ہے، چنانچہ علامہ سید احمد بن محمد خطاوی حنفی لکھتے ہیں:

وأما يلزم الدم إن حلق قبل الرمي مطلقاً أو ذبح قبل الرمي

و كان قارناً أو متمتعاً (۱۹۹)

یعنی، دم صرف اس صورت میں لازم ہوگا جب وہ مطلقاً یا متمتع سے قبل حلق

کرے یا رمی سے قبل قربانی کرے اور وہ تارن یا متمتع ہو۔

اور اُمور ثلاثہ سے قبل طواف زیارت کرنا سنت کے خلاف ہونے کی وجہ سے مکروہ

ضرور ہوگا چنانچہ علامہ علی بن سلطان ملا علی القاری متوفی ۱۰۱۳ھ لکھتے ہیں:

إلا أنه قد خالف السنة فكره علي ما صرح به غير واحد (۲۰۰)

یعنی، مگر یہ کہ اس نے سنت کا خلاف کیا تو (اس کا یہ فعل) مکروہ ہوگا بنا

بر اس کے کہ جس کی سوائے ایک کے باقی نے تصریح کی۔

۱۹۷۔ لباب النساك مع شرحه ، باب طواف الزيارة ، فصل : في شرائط صحة الطواف ، ص ۲۵۷

۱۹۸۔ رد المحتار علی الدر المختار ، المجلد (۲) ، کتاب الحج ، مطلب : في فروض الحج و

واجباته ، ص ۴۷۰

۱۹۹۔ حاشية الطحطاوى على الدر المختار ، المجلد (۱) ، کتاب الحج ، باب الغنایات ، ص ۵۲۵

۲۰۰۔ السالك المنقطع في المنك المتوسط ، باب طواف الزيلة ، فصل : في شرائط صحة الطواف ،

ص ۲۵۷

لہذا فقہائے کرام نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کی ہے جیسا کہ علامہ علاؤ الدین حصکلی نے "در مختار" کے کتاب الحج میں فرائض و واجبات حج کے بیان میں لکھا: "ویکروہ" (مکروہ ہے) اور باب الجنایات میں لکھا ہے: "نعم یکروہ" (ہاں مکروہ ہے) اور شیخ رحمۃ اللہ سندھی نے "لباب المناسک" کے باب الجنایات، فصل فی ترک الترتیب بین أفعال الحج میں لکھا: "ویکروہ" اور (مغرد بالحق کورمی وخلق سے قبل طواف زیارت کرنا) مکروہ ہے اور ملا علی قاری نے لکھا: "مکروہ" ہے جیسا کہ مندرجہ بالا سطور میں گذرا۔

اور اس کراہت سے مراد کراہت تفریضی ہوگی کیونکہ یہ کراہت ترک سنت کی وجہ سے لازم آئی چنانچہ ملا علی قاری "لباب المناسک" کی عبارت "ویکروہ" کی شرح میں لکھتے ہیں

أی لتركه السنة (۲۰۱)

یعنی، اس لئے کہ اس نے سنت کو ترک کیا۔

اور دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہاء کرام نے لکھا ہے ایسا کرنے والے پر کچھ لازم نہیں، اگر کراہت تحریمی ہوتی تو اس پر کچھ لازم ضرور آتا اور علامہ سید احمد بن محمد خطابی نے "در مختار" پر اپنے "حاشیہ" میں تصریح فرمائی ہے کہ صاحب در کے قول: "مکروہ ہے" سے مراد مکروہ تفریضی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

قوله: یکروہ أى تنزیہاً لأنها فی مقابلة السنة (۲۰۲) قوله: نعم

یکروہ أى تنزیہ کما یفاد ممّا تقدم (۲۰۳)

یعنی، صاحب در کا قول: "مکروہ" ہے یعنی مکروہ تفریضی ہے، کیونکہ وہ سنت کے مقابلہ میں ہے (دوسرے مقام پر لکھا) صاحب در کا قول: "ہاں مکروہ ہے" کا مطلب ہے مکروہ تفریضی ہے جیسا کہ جو پہلے گذرا اس سے مستفاد ہے۔

۲۰۱۔ السلك المنقطع، باب الجنایات، فصل: فی ترک الترتیب بین أفعال الحج، ص ۲۹۶

۲۰۲۔ کتاب الحج، ص ۸۶

۲۰۳۔ کتاب الحج، باب الجنایات، ص ۵۲۵

اور بعض علماء کرام طواف زیارت اور امور مثلاًش کے مابین ترتیب کو بھی واجب سمجھتے ہیں اور تقلید مطاعہ یا ٹیپ فقہ کی طرف عدم مراعات کی بنا پر اس میں نزاع بھی کرتے ہیں، انہیں یاد رکھنا چاہئے کہ ترتیب تو رمی و ذبح و خلق میں واجب ہے نہ کہ طواف زیارت اور امور مثلاًش (یعنی رمی، قربانی اور خلق) میں۔ چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

وإنما يحجب الترتيب الثلاثة: الرمي، ثم الذبح، ثم الحلق لكن

المفرد لا ذبح عليه فبقى عليه الترتيب بين الرمي والحلق (۲۰۴)

یعنی، اور ترتیب صرف تین میں واجب ہے: (۱) رمی، (۲) پھر ذبح،

(۳) پھر خلق، لیکن مغرد بالحق پھر ذبح نہیں تو اس پر رمی اور خلق میں ترتیب

باقی رہے گی۔

اور "بہار شریعت" کی عبارت جو طواف زیارت اور امور مثلاًش کے مابین ترتیب کے وجوب کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی جاتی ہے اس سے مراد یوم نحر میں کئے جانے والے اعمال مشروعہ کا بیان کرنا ہے نہ کہ سب میں ترتیب کو واجب بتانا کیونکہ جو ترتیب وہاں مذکور ہے اس میں تین کے مابین ترتیب واجب اور ان کی چوتھے یعنی طواف زیارت کے ساتھ ترتیب مسنون ہے جیسا کہ فقہ حنفی کی معتبر، معتمد کتب میں اس کی تصریح مذکور ہے۔

والله تعالى أعلم بالصواب

یوم السبت، ۲۱ جمادی الآخری ۳۰ یولیو ۲۰۰۵ م (84-F.inp)

۲۰۴۔ الرد المحتار علی الدر المختار، المجلد (۲)، کتاب الحج، مطلب: فی فروض الحج و

واجباته، ص ۷۰

## عورتوں کے مسائل

عورت کن کن مردوں کے ساتھ سفر حج و عمرہ کے لئے جاسکتی ہے

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع تین اس مسئلہ میں کہ عورت اپنے داماد کے ساتھ حج یا عمرہ کے لئے جاسکتی ہے نیز کن کن کے ساتھ اس کا یہ سفر جائز ہے؟

(السائل: محمد سلیم برکاتی، کراچی)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدِيسِ الْجَوَابِ: داماد کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتا ہے اور عورت ہر اس مرد کے ساتھ سفر کر سکتی ہے جس کے ساتھ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام ہو، چنانچہ علامہ فخر الدین عثمان بن علی زبلی حنفی متوفی ۷۴۳ھ لکھتے ہیں:

لَهَا أَنْ تَخْرُجَ مَعَ كُلِّ مُحْرَمٍ عَلَى التَّأْيِيدِ بِنَسَبٍ أَوْ رِضَاعٍ أَوْ مَصَاهِرَةٍ (۲۰۵)

یعنی عورت کے لئے جائز ہے کہ وہ ہر اس مرد کے ساتھ سفر کو نکلے کہ جس سے اس کا نکاح نسب یا رضاعت، یا مصاہرت (سسرالی رشتہ) کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے حرام ہے۔

لیکن عورت اگر جوان ہو تو اسے اپنے داماد سے دُور رہنا ہی بہتر ہوتا ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالْصَّوَابِ

یوم السبت، ۲ جمادی الأولى ۱۴۲۸ھ، ۱۹ مایو ۲۰۰۷ م (374-F)

بغیر محرم کے سفر حج کا شرعی حکم اور حکومت کی حج پالیسی

الاستفتاء: محترم علامہ صاحب، عورت کے بغیر محرم کے سفر حج کی ادائیگی کا شرعی

حکم اور حکومت کی حج پالیسی، اس کے بارے میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ قرآن و

۲۰۵۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، المجلد (۲)، کتاب الحج، ص ۲۴۳

حدیث اور ائمہ کے اقوال کی روشنی میں جواب دیں۔ مزید یہ کہ گذشتہ حکومتیں اور موجودہ حکومت نے جو اس سلسلے میں اقدام کئے انہیں بھی واضح کر کے منون فرمائیں۔ آیا حکومت کی پالیسی اسلام کے قوانین کے مطابق ہے یا نہیں اور اگر نہیں ہے تو اسے صحیح کرنے کیلئے اپنی ذاتی آراء سے نوازیں۔ مزید یہ کہ اس موضوع پر کن ٹیب سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

(السائل: محمد حسین، از جامع مسجد ربانی، کھوکھر پار نمبر ۴، ملیر، کراچی)

بِسْمِ اللَّهِ تَعَالَى وَتَقْدِيسِ الْجَوَابِ: جس عورت کو حج کے لئے شرعی سفر کرنا پڑے اور اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں۔

سفر کی قسمیں: کیونکہ سفر کی دو قسمیں ہیں: ایک اضطراری ہے اور دوسرا اختیاری۔ اضطراری سفر کا حکم یہ ہے کہ اس کے لئے محرم یا شوہر کی کوئی قید نہیں جیسا کہ علامہ شمس الدین مرہی متوفی ۸۴۳ھ لکھتے ہیں:

”اور ہجرت کرنے والی عورت کا مسئلہ مجھدا ہے کیونکہ وہ اختیار نہیں بلکہ اضطرارِ انجات حاصل کرنے کے لئے جاری ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اگر اس کو راستہ میں مسلمانوں کا لشکر مل جائے اور اس کو پناہ اور امن حاصل ہو جائے تو اب بغیر محرم کے جانا اس کے لئے جائز نہیں ہے اور پہلے اپنی جان بچانے کے لئے اس کا جانا اضطرار تھا۔“ (۲۰۶)

اور اختیاری سفر کا حکم یہ ہے کہ بغیر محرم یا شوہر کے عورت تین دن یا اس سے زائد کا سفر نہیں کر سکتی اور حج کا سفر اختیاری ہے اضطراری نہیں۔

قرآن: قرآن میں ہے:

﴿لَيْلَهُ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا﴾ (۲۰۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے جو اس تک چل

سکے۔ (کنز الایمان)

۲۰۶۔ البیوط، جلد (۴)، ص ۱۱۱

۲۰۷۔ الی عمران: ۹۷



اللہ تعالیٰ نے حج اس پر فرض فرمایا جو استطاعت رکھتا ہو تو جیسے کسی کے پاس زاوراہ نہ ہو تو اس میں حج کی استطاعت نہیں ہوتی، اور جو عاقل و بالغ نہ ہو اس میں بھی استطاعت نہیں ہوتی، اسی طرح وہ عورت جس کے ساتھ اس کا حرم یا شوہر نہ ہو اس میں بھی حج کی استطاعت نہیں کیونکہ عورت کو بغیر حرم یا شوہر کے سفر کرنا حرام ہے اور یہ اس وقت ہے جب عورت کوچ کے لئے شرعی سفر کرنا پڑے (یعنی عورت کی رہائش اور حرم مکہ کے درمیان تین دن پیدل سفر کی مسافت ہو)۔

**احادیث:** چنانچہ حدیث شریف میں ہے

۱۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما أن رسول اللہ ﷺ قال: "لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا، إِلَّا وَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ"۔ (۲۰۸)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی عورت بغیر حرم کے تین دن کا سفر نہ کرے۔

۲۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن النبی ﷺ قال: "لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَافُّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، تُسَافِرُ مَسِيرَةَ ثَلَاثِ لَيَالٍ، إِلَّا وَ مَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ"۔ (۲۰۹)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر ایمان رکھتی ہو وہ بغیر حرم کے تین راتوں کی مسافت نہ کرے۔

۳۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تُسَافِرُ الْمَرْأَةُ ثَلَاثًا، إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ"۔ (۲۱۰)

۲۰۸۔ صحیح مسلم، کتاب (۱۵) الحج، باب (۷۴) سفر المرأة مع محرم الى حج وغيره، ص ۵۰۰، الحديث: ۴۱۳ (۱۳۳۸)

۲۰۹۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۰، الحديث: ۴۱۴ (۱۳۳۸)

۲۱۰۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۰، الحديث: ۴۱۷ (۱۳۳۸)

یعنی، بغیر حرم کے عورت تین دن کا سفر نہ کرے۔

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ تَوَافُّ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ، أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُونُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا، إِلَّا وَ مَعَهَا أَبُوهَا أَوْ ابْنُهَا أَوْ زَوْجُهَا أَوْ أَخُوها أَوْ ذُو مَحْرَمٍ مِثْلُهَا"۔ (۲۱۱)

یعنی، جو عورت اللہ تعالیٰ اور روز آخرت پر یقین رکھتی ہے اس کے لئے اس کے باپ، بیٹے، بھائی، شوہر یا کسی اور حرم کے بغیر تین دن کا سفر حلال نہیں۔

۵۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَحِلُّ لِمَرْأَةٍ مُسْلِمَةٍ تُسَافِرُ مَسِيرَةَ لَيْلَةٍ إِلَّا وَ مَعَهَا رَجُلٌ ذُو حُرْمَةٍ مِثْلُهَا"۔ (۲۱۲)

یعنی، کسی عورت کو بھی جائز نہیں کہ وہ ایک رات کا سفر بھی بغیر حرم مرد کے کرے۔

۶۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ رسالت ﷺ

میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ!

إِنْ امْرَأَتِي خَرَجَتْ حَاجَّةً، وَإِنِّي اكْتَنَيْتُ فِي عَزْوَةٍ كَذَا وَ كَذَا، فَقَالَ "انْطَلِقِي فَخُجِّي مَعَ امْرَأَتِكَ"۔ (۲۱۳)

یعنی، میری بیوی حج کو جا رہی ہے اور میرا نام فلاں فلاں جہاد میں لکھا ہوا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جاؤ تم اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔

اور حج کا سفر اختیاری ہے انظار اری نہیں اس لئے اسے بغیر شوہر یا حرم کے جانا شرعاً جائز

۲۱۱۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۱، الحديث: ۴۲۳ (۱۳۴۰)

۲۱۲۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۱، الحديث: ۴۱۹ (۱۳۳۹)

۲۱۳۔ صحیح مسلم، ص ۵۰۱، الحديث: ۴۲۴ (۱۳۴۱)

نہیں جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے ثابت ہے اور احناف کا یہی نظریہ ہے چنانچہ امام شمس الدین سرخسی حنفی متوفی ۷۸۳ھ لکھتے ہیں:

”ہمارے نزدیک بغیر شوہر یا محرم کے عورت کا سفر حج پر جانا جائز نہیں۔“ (۲۱۴)

اسی لئے احناف کے نزدیک محرم یا شوہر کا ساتھ ہونا عورت پر وجوب حج کی شرائط میں سے ہے یعنی جب عورت اور مکہ مکرمہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو تو عورت پر حج فرض ہونے کے لئے شرط ہے کہ اس کے ساتھ شوہر یا اس کا محرم ہو اگر یہ شرط پائی گئی تو حج فرض ہوگا اور اگر نہ پائی گئی تو حج بھی فرض نہیں بالکل اسی طرح جیسے بالغ ہونا وجوب حج کی شرط ہے تو بالغ ہونا حج فرض نہیں کیونکہ وجوب حج کی ایک شرط بلوغ مفقود ہے۔ چنانچہ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ لکھتے ہیں:

و منها المحرم للمرأة شابة كانت أو عجوزاً إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام هكنا في "المحيط"۔ (۲۱۵)

یعنی، وجوب حج کی شرائط میں سے عورت کے لئے محرم (یا شوہر) کا ساتھ ہونا ہے عورت چاہے جوان ہو یا بوڑھی جبکہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے مابین تین دن کی مسافت ہو اسی طرح "محیط" میں ہے۔

بالغ پر حج فرض نہیں مگر جانے سے اُسے منع نہیں کیا جائے اور عورت کا معاملہ دوسرا ہے وہ اگر محرم یا شوہر کے بغیر جائے تو گنہگار ہوگی جیسا کہ مندرجہ بالا احادیث سے واضح ہے۔ اور اس معاملے حکومت کی پالیسی بھی وہی ہے جو ہم احناف کا مذہب ہے یعنی قانوناً بھی ہر اس عورت کو حج کے سفر پر جانے کی اجازت نہیں دی جاتی جس کے ساتھ محرم یا شوہر نہ ہو۔ ہاں عورت اگر بغیر محرم کے حج کا سفر کر لیتی ہے تو گنہگار ہوگی مگر اس کا حج ادا ہو جائے

گا، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علیؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

عورت بغیر محرم یا شوہر کے حج کو گئی تو گنہگار ہوئی مگر حج کرے گی تو حج ادا ہو جائے گا۔ (۲۱۶)

نیز وہ عورت کہ جو استطاعت رکھتی ہے مگر اس کا کوئی محرم اپنے خرچ پر اس کے ساتھ جانے کے لئے تیار نہیں اس صورت میں عورت پر یہ لازم ہے کہ محرم کا نفقہ بھی برداشت کرے اور اگر وہ دونوں (یعنی اپنے اور ساتھ جانے والے محرم) کے سفری اخراجات پر قدرت نہیں رکھتی تو ایسی صورت میں اس پر حج فرض نہیں، چنانچہ صدر الشریعہ محمد امجد علیؒ "در مختار" اور "رد المحتار" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

محرم کے ساتھ جائے تو اس (محرم) کا نفقہ عورت کے ذمہ ہے، لہذا اب یہ شرط ہے کہ وہ اپنے اور محرم کے نفقہ پر قادر ہو۔ (۲۱۷)

یہ مسئلہ جمیع کتب فقہ و فتاویٰ میں مذکور ہے جیسے ہدایہ، شرح وقایہ، کنز الدقائق، قدوری، نور الایضاح، فتح القدیر، کنایہ، عنایہ، تنبیین الحقائق، بحر الرائق، جوہرۃ المیرہ، مراقی الفلاح، حاشیۃ الخطاوی علی مراقی الفلاح، در مختار، رد المحتار، حاشیۃ الخطاوی علی الدر، فتاویٰ تانصیخان، فتاویٰ بزازیہ، فتاویٰ ہندیہ، فتاویٰ رضویہ، بہار شریعت وغیرہ۔ ان کے علاوہ خصوصاً حج کے موضوع پر لکھی گئی کتب و رسائل موجود ہیں، جیسے مناسک ملا علی قاری، حیاۃ القلوب فی زیارۃ المحبوب، "انوار البشارہ" مصنفہ امام اہلسنت امام احمد رضا علیہ الرحمہ اور علامہ فیض احمد اویسی مدظلہ کی کتاب "حج کا ساتھی" بہت مفید ہیں ان کے علاوہ آپ بہار شریعت حصہ (۶) اور رفیق الحرمین سے بھی استفادہ کر سکتے ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء ۱۸ محرم الحرام ۱۴۲۳ھ، ۳۰ اپریل ۲۰۰۲ء (JIA\_235)

## عورتوں کا آواز بلند تلبیہ پڑھنا اور دعائیں مانگنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت احرام باندھنے کے بعد تلبیہ اور دعائیں کتنی آواز کے ساتھ پڑھے، بعض عورتوں کو دیکھا ہے خصوصاً طواف میں آواز بلند دعائیں پڑھتی ہیں، بسا اوقات تو ایک آگے زور سے پڑھ رہی ہوتی ہے باقی اس سے سُن کر پڑھتی ہیں اور کبھی تو ایسا بھی ہوتا ہے کہ عورت و مرد طواف کر رہے ہوتے ہیں عورت آگے پڑھ رہی ہوتی ہے اور مرد اس سے سُن کر اس کے ساتھ پڑھ رہا ہوتا ہے؟

(السائل: محمد سلیم گھانچي، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: ان کا یہ فعل شرعاً ممنوع و حرام ہے کیونکہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن سفیان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

أن لا ترفع صوتها بالتلبية، لما روى أن النبي ﷺ سمع صوت امرأة فقال: "عَفَرْنِي خَلْفِي" أي عقر الله، فأصابها وجع في خلقها، والمعنى فيه، و هو أن صوتها سبب الفتنة (۲۱۸)

یعنی، عورت تلبیہ کہتے ہوئے اپنی آواز کو بلند نہ کرے، کیونکہ مردی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک عورت کی آواز سنی تو ارشاد فرمایا: "خلق میں درد ہو"، یعنی درد پیدا کر دے اللہ، تو اس عورت کے خلق میں درد ہو گیا، اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ عورت کی آواز فتنہ کا سبب ہے۔

اور محمد بن محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

سویم آنکہ رفع نہ کند زن صوت خود را بتلبیہ بخلاف مرد (۲۱۹)

۲۱۸۔ المسالك في المناسك، المجلد (۱)، القسم الثاني، فصل في إجماع المرأة و الإكفال فيه، ص ۳۰۱

۲۱۹۔ حیاة القلوب فی زیلزلۃ المحبوب، باب اول، فصل پنجم، ص ۸۲

یعنی، تیسرا یہ کہ عورت تلبیہ کہتے ہوئے اپنی آواز بلند نہ کرے گی بخلاف مرد کے۔

تو ثابت ہوا کہ عورت کو تلبیہ اتنی آواز سے کہنی ہے کہ اس کی آواز خود اس کے اپنے کانوں تک آئے بشرطیکہ فضاء میں شور نہ ہو، اور دیگر اذکار اور دعاؤں میں بھی عورت کے لئے یہی حکم ہے، اس کا خلاف کرنے والی خواتین اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی بجائے اسے ناراض کرنے والا کام کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت عطا فرمائے، آمین

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأحد، ۴ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۴ دسمبر ۲۰۰۶ م (326-F)

حالت حیض میں عورت احرام کیسے باندھے اور افعال حج کیسے ادا کرے؟

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مکہ مکرمہ میں عورت اگر حج کا احرام باندھنے کے وقت حالت حیض میں ہو تو احرام کیسے باندھے اور حج کے باقی افعال کیسے ادا کرے؟

(السائل: خواتین لیبک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: احرام باندھنے کے وقت عورت اگر حالت حیض میں ہو تو وہ اسی حالت میں احرام باندھے گی غسل کرے گی اور اپنی رہائش گاہ سے بغیر نفل پڑھے حج کے احرام کی نیت کرے گی اور تلبیہ کہے گی، احرام کی نیت سے تلبیہ کہتے ہوئے وہ احرام والی ہو جائے گی کہ اس حالت میں اسے کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں، نہ فرض اور نہ نفل، اسی طرح حیض کی وجہ سے منیٰ رواں لگی سے قبل نفل طواف بھی نہیں کرے گی کہ اس حالت میں اسے مسجد میں داخل ہونا ممنوع ہے اس لئے طواف کرنا بھی ممنوع ہے اور یہ طواف نفل ہے اس لئے اس کے بعد راور بلا عذر ترک پر اس پر کوئی جزا بھی لازم نہیں آتی، اور وہ عورت آٹھ تاریخ کو منیٰ میں ہوگی تو دعاء و استغفار کرتی رہے درود شریف پڑھتی رہے، اسی طرح نو تاریخ کو عرفات میں وقوف کرے اور حالت حیض وقوف عرفہ کو مانع نہیں وہاں بھی دعا و استغفار

کرے پھر مزدلفہ میں رات کا قیام اور صبح صادق کے بعد کا قیام کرے ہر جگہ نماز نہ پڑھے اور قرآن نہ پڑھے کہ اس حالت میں ممنوع ہیں رمی کرے اور قربانی کے بعد قصر کروا کر احرام سے فارغ ہو جائے پھر حیض اگر دس تاریخ کو بند ہو تو غسل کر کے اپنی سہولت کے ساتھ طواف زیارت کر لے اور اگر گیارہ کو بند ہو جائے تو گیارہ کو طواف زیارت کرے اور گیارہ اور بارہ تاریخ کو رمی کا وقت ہم احناف کے نزدیک زوال آفتاب سے شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے اگر چہ غروب آفتاب تک مسنون اور اس کے بعد بلا عذر شرعی ہو تو مکروہ تفریحی ہے اس لئے گیارہ اور بارہ کی رمی بھی ان اوقات کے اندر کرے اور اگر حیض بارہ تاریخ کو ختم ہو تو دیکھا جائے گا کہ کس وقت ختم ہوا، اگر اس تاریخ کو غروب آفتاب سے اتنا قبل ختم ہوا کہ غسل کر کے غروب سے قبل چار پھیرے طواف کر سکتی تھی تو واجب ہے کہ وہ کرے کو تاہی کی صورت میں دم لازم ہو جائے گا اور حیض غروب آفتاب سے اتنا قبل ختم ہوا کہ غسل کر کے چار پھیرے طواف کے نہ ہو سکتے تھے یا غروب آفتاب کے بعد ختم ہو تو دونوں صورتوں میں اس پر کچھ لازم نہ ہوگا جب بھی حیض سے پاک ہو غسل کر کے طواف زیارت کرے کہ فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الاحد، ۴ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۴ دسمبر ۲۰۰۶ م (319-F)

### حالت حیض میں حج میں کون کون سے افعال ممنوع ہیں؟

استفتاء:- کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ عورت جسے ماہواری آجائے تو ایام حج میں وہ کون کون سے اعمال کر سکتی ہے اور کس کس فعل سے اُسے شرع مطہرہ نے روکا ہے اور اگر عورت اس حالت میں طواف کر لے تو اس کا کیا حکم ہے؟

(الساکن: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: مخدوم محمد ہاشم عٹھوی حنفی متونی

۱۴۲۷ھ لکھتے ہیں:

جائز است مرزن حائض را اداء جمع افعال حج و عمرہ از احرام و قیوف

عرفات و سعی بین الصفا و المروة و غیر آن فلا طواف کعبہ کہ آن جائز نیست و مراد بعدم جواز مر حائض را حرمت فعل اوست نہ عدم صحت او اصلاً (۲۲۰)

یعنی، حائضہ عورت کو حج و عمرہ سے تمام افعال احرام، قیوف عرفات، صفا و مروه کے مابین سعی و غیرہ جائز ہیں سوائے طواف کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں، اور خاص حائضہ عورت کے لئے طواف کے عدم جواز سے مراد یہ (یعنی طواف) کرنا ہے نہ یہ کہ (اگر کیا تو) بالکل صحیح ہوگا ہی نہیں۔

اور حالت حیض میں طواف زیارت کرنے کی صورت میں اس پر بدنہ لازم ہوگا یعنی جو جرم اس سے سرزد ہوا ہے اس کی سزا یہ ہوگی کہ سرزمین حرم میں اونٹ یا گائے ذبح کرے اور چٹی تو بہ بھی کرے۔ اور اگر ابھی مکہ میں ہی تھی کہ ماہواری ختم ہوگئی تو اس پر واجب ہوگا کہ طواف زیارت کا اعادہ کرے اور اعادہ کرنے کی صورت میں بدنہ ساقط ہو جائے گا اور پھر بھی توجہ کرنی ہوگی۔ چنانچہ ملا علی قاری متونی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

و طافت ثم عاد دمها في أيام عاداتها يصح طوافها و لزومها بادنہ و کانت عاصية أي من وجهين لادخول المسجد و نفس الطواف و عليها أن تعيد طاهرة فإن أعادته يسقط ما وجب أي من البدانة و عليها التوبة من جهة المعصية و لو مع البدانة (۲۲۱)

یعنی، عورت نے طواف کیا پھر اس کا خون اس کی عادت کے ایام میں دوبارہ آگیا تو اس کا طواف صحیح ہو گیا اور اُسے بدنہ لازم ہو گیا اور وہ گنہگار ہوئی یعنی دونوں وجوہ مسجد میں داخل ہونے اور اس حالت میں طواف کرنے سے اور اس پر دم لازم ہے کہ پاک ہو کر طواف کا اعادہ کرے، پس اگر وہ اعادہ کر لیتی ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہو گیا جو



واجب ہو یعنی بدنہ اور اس پر معصیت کی جہت سے توبہ لازم ہے اگرچہ بدنہ دے دے۔

اور ان سے مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی نقل کرتے ہیں:

اگر طواف زیارت کرد زنی در حالت حیض صحیح گرد و طواف در حق سقوط فرضیت و لازم آید بروی ذبح بدنہ و عاصیہ گرد و بسبب دخول در مسجد و طواف بغیر طہارت و واجب باشد بروی اعادہ آن طواف مع الطہارۃ پس اگر اعادہ کرد ساتھ گرد و بدنہ از وی و واجب باشد بروی توبہ از معصیت اگرچہ بدنہ نہاد (۲۲۲)

یعنی، اگر حیض والی عورت طواف زیارت کر لے تو سقوط فرضیت کے لئے یہ طواف کافی ہو جائے گا اور اس بدنہ (یعنی اونٹ یا گائے) کا ذبح کرنا لازم آئے گا اور ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونے اور (اسی حالت میں) طواف کرنے کے سبب گنہگار ہوگی۔ اور اسی طہارت کے ساتھ اس طواف کا اعادہ واجب ہوگا، پس اگر اس نے اعادہ کر لیا تو اس سے بدنہ (یعنی اونٹ یا گائے کا ذبح کرنا) ساتھ ہو جائے گا، اور اس پر گناہ سے توبہ واجب ہوگی اگرچہ بدنہ دے دے۔ (یعنی گائے یا اونٹ ذبح کر دے)۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم، ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، یانیر ۲۰۰۷ م (355-F)

حج سے بارہ روز قبل عمرہ کے احرام کی حالت میں حیض کا آجانا

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک

خاتون حج تمتع کے ارادے سے مکہ مکرمہ پہنچی کہ اس کے ایام ماہواری شروع ہو گئے اب وہ کیا

کرے؟ جب کہ حج کو ابھی بارہ یا تیرہ دن باقی ہیں؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس عورت کو چاہئے کہ وہ احرام کی پابندی میں رہے، یہاں تک کہ اس کی ماہواری ختم ہو اور ماہواری ختم ہونے کے بعد غسل کرے اور غسل میں میل نہ چھڑائے کہ وہ حالت احرام میں ہے اور اس حالت میں بدن سے میل چھڑانا ممنوع ہے، کیونکہ حدیث شریف سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو حاجی کا احرام میں پر الگندہ سر اور میلا کچھلا رہنا پسند ہے، جیسا کہ بیمار شریعت (۶/۶) میں ”شرح السنہ“ کے حوالے سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث ہے کہ ”کسی نے عرض کی یا رسول اللہ! حاجی کو کیا ہونا چاہئے؟ فرمایا: ”پر الگندہ سر، میلا کچھلا“ الخ

پھر عمرہ ادا کر کے اپنے احرام کو کھولے اور اگر اس نے بے علمی کی بناء پر عمرہ کی ادائیگی سے قبل ہی احرام سے نکلنے کی نیت کر لی تو اس نیت سے وہ احرام سے توبہ ہر ہو جائے گی مگر اس پر صرف ایک دم اور عمرہ کی قضاء لازم ہوگی اور اگر وہ جانتی ہے کہ ادائیگی عمرہ سے قبل محض ترک احرام کی نیت کر لینے سے وہ احرام سے نہیں نکلے گی پھر بھی اس نے ممنوعات احرام کا ارتکاب شروع کر دیا تو جتنے جہرم اس سے سرزد ہوئے اتنی ہی جزائیں اس پر لازم ہوں گی اور عمرہ کی قضاء بھی کرنی ہوگی اور توبہ بھی کذا فی ”حیلة القلوب فی زیارة المحبوب“

للمخدوم محمد ہاشم التتوی الحنفی

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ ذی القعدة ۱۴۲۷ھ، ۲۰ دسمبر ۲۰۰۶ م (304-F)

حائضہ کے لئے احرام حج کے وقت غسل کا حکم

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہم کراچی

سے عمرہ کا احرام باندھ کر آئے، عمرہ کیا، احرام سے فارغ ہو گئے اب مکہ سے حج کا احرام



باندھنا ہے اور احرام کے لئے غسل کا حکم ہے کیا وہ عورت بھی احرام کے لئے غسل کرے گی جو اس وقت ماہواری میں ہو؟

(السائل: حاجی ازبلیک حج گروپ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: حائضہ عورت کے لئے احرام سے قبل غسل کرنا مستحب و مستحسن ہے کیونکہ وہ حائضہ جو حج افراد کا احرام باندھ کر مکہ داخل ہو اس کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ وہ بھی غسل کرے تو جب حالت احرام میں حائضہ کو دخول مکہ کے لئے غسل کا حکم ہے تو احرام سے قبل بطریق اولیٰ اسے غسل کا حکم دیا جائے گا مگر یہ غسل فرض یا واجب نہیں بلکہ مستحب ہے، چنانچہ علامہ ابو منصور محمد بن مکرم بن شعبان کرمانی متوفی ۵۹۷ھ لکھتے ہیں:

و كَذَا تَغْتَسِلُ الْحَائِضُ وَ النَّفْسَاءُ، لِأَنَّ هَذَا لِلتَّنْظِيفِ لَا

لِلصَّلَاةِ، وَ النَّبِيُّ ﷺ أَمَرَ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا بِالْغَسْلِ عِنْدَ

الدَّخُولِ بِمَكَّةَ، وَ هِيَ كَانَتْ حَائِضًا (۲۶۲)

یعنی، اس طرح حائضہ اور نفاس والی عورت غسل کرے کیونکہ یہ غسل صفائی کے لئے ہے نہ کہ نماز کے لئے، اور نبی ﷺ نے اُم المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو مکہ داخل ہوتے وقت غسل کا حکم فرمایا، حالانکہ وہ حیض سے تھیں۔

اور بغیر غسل کے احرام باندھنا مکروہ تنزیہی ہے اگرچہ عورت حائضہ یا نفاس والی ہو اسی طرح مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متوفی ۱۱۷۳ھ کی کتاب "حياة القلوب في زيارة المحبوب" کے باب اول، فصل ہفتم میں ہے۔ کیونکہ اس وقت غسل مسنون ہے اور سنت کا خلاف مکروہ تنزیہی ہے۔

وَاللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

یوم الإثنين، ۵ ذو الحجة ۱۴۲۷ھ، ۲۵ دسمبر ۲۰۰۶ م (331-F)

۲۶۲۔ المسالك في المناسك، القسم الثاني في بيان نكح الحج الخ، فصل منه، ص ۳۷۴

## عورت حالت حیض میں طواف زیارت کر لے تو حج کا حکم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہمارے ساتھ خواتین میں سے ایک خاتون کے یام چل رہے ہیں، اس وجہ سے طواف زیارت نہ کر سکی اور وقت رواگتی بھی قریب ہے، امید نہیں کہ پاک ہو سکے اور یہ طواف فرض ہے، اس صورت اس فرض کو ادا کرنے کے لئے اگر طواف زیارت کر لے تو فرض ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(السائل: ایک حاجی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ایسی صورت پیش آجائے تو رواگتی مؤخر کروانی چاہئے اور ایئر لائن والے، پاکستانی سفارت خانے والے، مکتب کے معلم اور مؤسسہ والے، سب کے سب اس اضطراری امر اور عورت کی مجبوری کو بخوبی سمجھتے ہیں کیونکہ چاروں مذاہب میں حتیٰ کہ وہاں کے مقامی علماء کے ہاں بھی طواف زیارت کئے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا اور پھر کوئی حالت حیض میں طواف زیارت کے جواز کے تامل بھی نہیں اور پھر یہ مسئلہ کثیر الوقوع بھی ہے، اس لئے رواگتی مؤخر کروانا اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ اور بسا اوقات عورت رواگتی مؤخر کروانے پر راضی نہیں ہوتی تو اس صورت میں اُسے سمجھایا جائے کہ تیرا حج پورا نہیں ہوا کیونکہ حج کا ایک فرض ابھی باقی ہے۔ اور تیرے یہاں آنے، اتنا سفر کرنے، مشقت اٹھانے، اتنا روپیہ خرچ کرنے کا کیا مقصد جب حج ہی پورا نہ ہو۔ اور جو فرض باقی ہے اس کو ادا کئے بغیر عورت مرد پر کبھی حلال نہیں ہوتی۔ اس طرح کی باتیں کر کے اُسے راضی کیا جائے اور سوال میں جس صورت کے بارے میں پوچھا گیا ہے اسے انتہائی مجبوری کی حالت میں اختیار کیا جائے جب اور کوئی چارہ نہ ہو۔ اور صورت مسئلہ میں جواب یہ ہے کہ وہ عورت اگر اسی حال میں طواف کر لے تو اس کا فرض ادا ہو جائے گا اور بدنہ بھی لازم ہوگا یعنی اس پر لازم ہے کہ ایک گائے یا اونٹ اس حال میں طواف زیارت کرنے کے جرمانے کے طور پر حدود حرم میں ذبح کروائے اور ساتھ تو یہ بھی کرے کہ

اس حال میں طواف کرنا گناہ ہے۔ چنانچہ محدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی حنفی متونی ۴/۱۱۷ھ لکھتے ہیں:

جائز است مرزن حائض را اداء جمع افعال حج و عمرہ از احرام و وقوف عرفات و سعی بین الصفا و المروة و غیر آن فلا طواف کعبہ کہ آن جائز نیست و مراد بعد از جواز طواف مر حائض را حرمت فعل اوست نہ عدم صحت او اصلاً۔ لہذا علامہ ابن امیر الحاج در ”منک“ خود گفتہ کہ اگر حائض گشت زنی قبل از اداء طواف زیارت و حزم کردہ رقتاء اور بر رجوع بسوئے وطن قبل از طہارت پس بیاید آن زن نزد عالمی و پھر سد کہ آیا من طواف کم یا نہ و اگر من طواف کم حج گرو حج من یا نہ۔ باید کہ جواب دادہ شود اور ابان کہ جائز نیست تر ادخول مسجد و نہ طواف و اگر داخل مسجد و طواف کردی معصیت کردی و آثم گشتی و لیکن صحیح اقتداج تو و لازم آمد بر تو ذبح بد نہ یعنی اشتراکا وے و این مسئلہ کثیر الوقوع است کہ متعیر میشود زمان در وی اھ و مولانا علی قاری در ”شرح منک متوسط“ آورده کہ اگر طواف زیارت کرد زنی در حالت حیض صحیح گرد و طواف در حق سقوط فرضیت و لازم آید بروے ذبح بد نہ و عاصیہ گردد بسبب دخول مسجد و طواف بغیر طہارت و واجب باشد بروے اعادہ آن طواف مع الطہارۃ پس اگر اعادہ کرد و ساقط گردد بد نہ از وے و واجب باشد بروے توبہ از معصیت اگر چہ بد نہ دہد اھ (۲۲۴)

یعنی، حائضہ عورت کو حج و عمرہ کے تمام افعال جیسے احرام، وقوف عرفات، سعی سب کرنا جائز ہے سوائے طواف کعبہ کے کہ وہ جائز نہیں اور جائز نہ ہونے سے مراد اس کے فعل کا حرام ہونا ہے نہ یہ کہ اصلاً ادا ہی نہیں ہوگا، چنانچہ علامہ ابن امیر الحاج نے اپنی ”منک“ میں لکھا طواف زیارت کی ادائیگی سے قبل کسی عورت کو حیض آجائے اور اس کے

رفتاء اس کے پاک ہونے سے قبل وطن لوٹنے لگیں تو وہ عورت کسی عالم کے پاس آکر مسئلہ دریافت کرے کہ ایسی حالت میں طواف کروں یا نہ کروں اور اگر کر لوں تو میرا حج صحیح ہو جائے گا یا نہیں، تو اسے جواب میں بتانا چاہئے کہ تمہارا مسجد حرام میں داخل ہوا اور طواف کرنا جائز نہیں۔ اگر تم نے ایسا کر لیا تو گناہ کیا اور گنہگار ہو گئیں لیکن تمہارا حج صحیح ہو گیا اور تم پر بد نہ یعنی ایک اونٹ یا گائے کو ذبح کرنا لازم ہے اور یہ مسئلہ اکثر درپیش آتا ہے اور عورتوں کو بڑی پریشانی ہوتی ہے اھ۔

اور مولانا علی قاری نے ”شرح منک متوسط“ (۲۲۵) میں لکھا کہ اگر حیض والی طواف زیارت کر لے تو سقوط فرضیت کے لئے یہ طواف صحیح ہو جائے گا اور اس پر بد نہ (اونٹ یا گائے کو) ذبح کرنا لازم آئے گا اور مسجد میں بغیر پاکی کے داخل ہونے اور ناپاکی کی حالت میں طواف کرنے کا گناہ ہوگا۔ اور پاکی کی حالت میں اس طواف کا اعادہ اس پر لازم ہوگا۔ اگر اس نے اعادہ کر لیا تو یہ قربانی اس سے معاف ہو جائے گی، اور قربانی کے باوجود اس گناہ پر توبہ اس پر لازم ہوگی اھ۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۱۹ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۸ يناير ۲۰۰۷ م (353-F)

### ماہواری ختم ہونے پر طواف زیارت کیا کہ پھر شروع ہوگئی

استفتاء۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت کو اس کی عادت کے مطابق پانچ دن ماہواری آچکی اس کے بعد اس نے پاک ہو کر غسل کر لیا، غسل کے بعد اس نے نماز شروع کر دی اور طواف زیارت بھی کر لیا، پھر ساتویں دن اسے دوبارہ ماہواری ہوگئی، اس صورت میں اس کا طواف درست ہو گیا یا نہیں اور اس

عورت پر کچھ لازم ہو یا نہیں؟

(السائل: محمد قانی، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ دوسری بار آنے والا خون ماہواری کے دس دن پورے ہونے پر یا دس پورے ہونے سے قبل ختم ہوا تو کئے ہوئے طواف سے فرض تو ادا ہو گیا مگر اس پر بدنہ یعنی گائے یا اونٹ کا ذبح کرنا لازم ہو گیا اور وہ گنہگار ہوئی، چنانچہ علامہ رحمۃ اللہ سندھی متوفی ۹۹۶ھ لکھتے ہیں:

فطاف ثم عاد دمها في أيام عاداتها يصح طوافها ولزمها بلذة  
و كانت عاصية (لباب المناسك) وفي شرحه: أي من وجهين  
للدخول للمسجد ونفس الطواف (۲۶۶)

یعنی، عورت نے طواف زیارت کر لیا پھر اس کی عادت کے ایام میں ماہواری کا خون دوبارہ آ گیا تو اس کا طواف صحیح ہو گیا اور اس پر بدنہ لازم ہو گیا اور وہ گنہگار ہوئی۔ یعنی دو وجوہ سے ایک مسجد میں داخل ہونے اور دوسری نفس طواف کی وجہ سے۔

اور اس پر لازم ہے کہ ماہواری سے پاک ہونے کے بعد طواف زیارت دوبارہ کرے اگر وہ ایسا کر لیتی ہے تو اس پر سے بدنہ ساقط ہو جائے گا، چنانچہ لکھتے ہیں:

و عليها أن تعيد طاهره، فإن أعادته سقط ما وجب (۲۶۷)  
یعنی، اس پر لازم ہے کہ وہ پاک ہو کر طواف زیارت کا اعادہ کرے، پس اگر وہ اس کا اعادہ کر لیتی ہے تو اس پر سے وہ ساقط ہو گیا جو واجب ہوا تھا (یعنی بدنہ ساقط ہو جائے گا)۔

اور گناہ بہر حال باقی رہے گا جس کے لئے توبہ کرنا ضروری ہوگی، چنانچہ مندرجہ بالا عبارت کے تحت ملا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

۲۶۶۔ السالك المنقطع إلى المناسك المنقطع، ص ۳۸۸

۲۶۷۔ لباب المناسك مع شرحه، باب الحنايات، فصل: حائض طهرت في آخر أيام النحر، ص ۳۸۸

و عليها التوبة من جهة المعصية و لو مع البدنة (۲۶۸)

یعنی، اس پر معصیت (گناہ) کی جہت سے سچی توبہ لازم ہے اگر بدنہ بھی دے دے۔

اور اس صورت میں بظاہر عورت کا قصور تو نہیں کیونکہ اُسے عادت ماہواری آچکی اور اس نے غسل کر لیا پھر طواف زیارت کیا اور طواف کر لینے کے بعد حیض کی مدت یعنی دس دنوں کے اندر اُسے ماہواری دوبارہ شروع ہو گئی تو فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ اس کا طواف صحیح ہوگا اور اس پر بدنہ لازم آیا اور وہ گنہگار ہوئی اور اگر وہ دوبارہ آئے ہوئے ماہواری کے خون کے ختم ہونے پر وہ غسل کرے اور طواف کر لے تو بدنہ ساقط ہو جائے گا توبہ بہر حال کرنی ہوگی، اور جو معصیت واقع ہو جانے کی وجہ سے توبہ کا حکم لگایا گیا ہے اس کے بارے میں اگر کہا جائے کہ شاید اس لئے کہ مدت ماہواری جب دس دن ہے اور اس مدت میں طہر متکمل بھی حیض ہی کہلاتا ہے تو اُسے اس مدت میں یعنی دس دن تک انتظار کرنا چاہئے تھا کہ مدت میں حیض کا احتمال باقی رہتا ہے اور اس صورت میں پھر یہ کہ عورت اپنی عادت کے مطابق ماہواری سے پاک ہو گئی اور طواف زیارت کا واجب وقت ابھی باقی ہے اور حیض کی مدت بھی ابھی باقی ہے پھر اگر وہ مدت حیض گزر کر طواف زیارت کرتی ہے تو واجب وقت نکل جاتا ہے تو اس کا مطلب ہوگا کہ عورت نے قدرت و فرصت میسر آنے کے باوجود طواف زیارت اپنے وقت پر نہیں کیا جس کی بناء پر اس پر دم لازم آئے گا۔ تو اس کے باوجود توبہ کا حکم دیا گیا شاید یہ حکم احتیاط پر مبنی ہے۔

اور اگر دوسری بار آنے والا خون دس دن کے بعد تک جاری رہا تو کئے ہوئے طواف سے فرض ساقط ہو جائے گا اور اس صورت میں عورت پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا۔ کہ وہ ماہواری نہیں بلکہ استحاضہ ہے جیسا کہ کُتُب فقہ میں مذکور ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الاحد، ۱۸ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۷ ینایر ۲۰۰۷ م (352-F)

۲۶۸۔ السالك المنقطع في المناسك المنقطع، فصل: حائض طهرت في آخر أيام النحر، ص ۳۸۸

## حائضہ عورت اور طوافِ وداع

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طوافِ وداع واجب ہے، ایک عورت نے طوافِ زیارت کیا تو اس کے یام شروع ہو گئے اسے اتنا موقع نہ ملا کہ اور طواف کرتی یہاں تک کہ اس کی وطن روانگی کا وقت آ گیا یا مدینہ منورہ روانہ ہو گئی تو اس صورت میں کیا کرے؟

(السائل: محمد ذیل قادری از بلیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں عورت کو چاہئے کہ وہ طوافِ وداع نہ کرے اور وطن یا شیدول کے مطابق مدینہ منورہ چلی جائے یہ طواف اگرچہ آفاقی کے لئے واجب ہے مگر حائضہ اور نفاس والی عورت سے یہ واجب ایسی صورت میں ساقط ہو جاتا ہے اور نہ اس واجب کے ترک پر گنہگار ہوتی ہے اور نہ ہی دم لازم آتا ہے، چنانچہ محمد و محمد با شمس ٹھٹھوی حنفی متونی ۱۱۷۷ھ لکھتے ہیں:

دوازہم آنکہ اگر زن حائض گشت قبل از اداء طواف وداع و ہنوز پاک شدہ است کہ رقتاء او قصد رجوع ببلدہ او کردند و تا طہارت این زن فرصت نمی کنند پس ساقط گرد و طواف وداع از این زن و لازم نمی آید چیزے بدوے بترک آن الخ (۲۶۹)

یعنی، بارہواں یہ کہ اگر عورت کو طوافِ وداع ادا کرنے سے قبل ماہواری آگئی اور وہ ابھی حیض سے پاک نہ ہوئی تھی کہ اس کے رقتاء نے اس کے شہر رجوع کا قصد کر لیا اور اس عورت کے پاک ہونے تک فرصت نہ دی تو اس عورت سے طوافِ وداع ساقط ہو جائے گا اور اس پر اس کے ترک کی وجہ سے کچھ لازم نہ آئے گا۔

اور صدر الشریعہ محمد امجد علی متونی ۱۳۶۷ھ ”عالمگیری“ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

حیض والی مکہ سے جانے سے قبل پاک ہو گئی تو اس پر یہ طواف واجب ہے اور اگر جانے کے بعد پاک ہوئی تو اسے یہ ضرور نہیں کہ وہ واپس آئے اور واپس آئی تو طواف واجب ہو گیا جب کہ میقات سے باہر نہ ہوئی تھی۔ (۲۳۰)

یاد رہے کہ طوافِ زیارت کے بعد اگر کوئی نفلی طواف کیا تھا تو اس سے طوافِ وداع ادا ہو گیا تھا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الثلاثاء، ۱۳ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۰ یانیر ۲۰۰۷ م (338-F)

## تفصیر سے قبل عورت کا اپنے سر کو ننگا کرنا

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک خاتون نے عمرہ کیا سعی اور قصر کروانے سے قبل احرام یعنی سر کا کپڑا کھول دیا پھر قصر کروایا کیا اس صورت میں اس پر کچھ لازم ہوگا؟

(السائل: غلام رسول، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: صورت مسئلہ میں اس پر کچھ بھی لازم نہ ہوگا جب کہ تفصیر سے قبل ممنوعات احرام میں سے کسی ممنوع کا ارتکاب نہ کیا ہو، باقی رہا سر کے کپڑے کا کھولنا وہ تو وضو میں سر کے مسح کے لئے بھی کھولا جاتا ہے کہ اس کے کھولنے بغیر مسح ہی نہیں ہو سکتا، لہذا سر سے کپڑا کھولنے سے اس کے احرام پر کوئی فرق نہیں پڑا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الإثنين، ۵ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۵ دسمبر ۲۰۰۶ م (328-F)



## احرام کے بغیر طواف میں عورت چہرہ نہیں کھولے گی

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ طواف میں اکثر عورتوں کو دیکھا ہے کہ وہ چہرہ کھولے ہوئے ہوتی ہیں اور عورت کو احرام میں تو منہ کھلا رکھنے کا حکم ہے، عام طواف میں بھی کیا اس کا حکم ہے کہ وہ منہ کو کھلا رکھے؟

(السائل: نور بیگ ازلیک حج گروپ، مکہ مکرمہ)

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: احرام میں عورت کو چہرہ کھلا رکھنا ہے کہ حدیث شریف ہے:

”إِحْرَامُ الْمَرْأَةِ فِي وَجْهِهَا“ الحديث

یعنی عورت کا احرام اس کے چہرے میں ہے۔

اس لئے عورت جو طواف حالت احرام میں کرے گی اس میں تو اس کا چہرہ کھلا ہوگا مگر جو طواف حالت احرام میں نہ ہو اس میں چہرے کو کھلا رکھنے کا حکم نہیں فقہ کا سبب ہے لہذا عام حالت میں عورت طواف کرے تو اسے اپنے چہرے کو چھپانا ہوگا۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الخميس، ۸ ذوالحجۃ ۱۴۲۷ھ، ۲۸ دسمبر ۲۰۰۶ م (334-F)

## عورت سفر حج میں بیوہ ہو جائے تو مناسک حج ادا کرے یا نہ

استفتا: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عورت سفر حج

میں بیوہ ہو جائے تو کیا اس کو عدت کی حالت میں منی عرفات اور مدینہ طیبہ وغیرہ جانا جائز ہے؟

باسمہ تعالیٰ و تقدس الجواب: اگر دوران حج یا حج سے قبل کسی

عورت کا شوہر قضاء الہی سے انتقال کر جائے تو اس عورت کا کوئی حرم موجود ہو تو اس کے ساتھ

حج پورا کرے اگر حرم نہ ہو تو گروپ کی ایسی عورتوں کے ساتھ حج پورا کرے جو خدا ترس اور دیندار ہوں اور مقررہ مدت کے بعد گھر پہنچ کر عدت کے بقیہ ایام گھر پر پورے کرے۔

فقہ حنفی میں حکم تو یہ ہے کہ عورت اگر اپنے شوہر کے ساتھ سفر پر ہو اور سفر میں اس کے شوہر کا انتقال ہو جائے تو عورت کا گھر اگر مدت سفر پر نہ ہو تو اسے چاہئے گھر لوٹ آئے اور عدت کو پورا کرے اور اگر گھر اور جہاں کا قصد ہے دونوں مدت سفر پر ہوں تو کسی جانب سفر کو اختیار کرنا بے حرم کے حرام ہے کہ اس جگہ اگر عزت و آبرو کے ساتھ رہنا میسر ہو تو اسے کسی حرم کے آنے تک یا دوسرا نکاح کرنے تک اسی جگہ رہنے کا حکم دیا جاتا، اگر اس جگہ کوئی شناسا نہ ہو کہ رہنے کا بندوبست ہو سکے یا وہاں رہنے میں عزت و آبرو کا خطرہ ہو یا قانونی طور پر مسائل ہوں جن کی بناء پر وہاں رہنا دشوار ہو تو مجبوری اور ضرورت میں اسے مذہب غیر پر عمل کی وقتی اجازت دی جائے گی اور وہ یہ ہے کہ امام شافعی علیہ الرحمہ کے مذہب کے مطابق وہ اپنے تافلہ کے معتد و ثقہ عورتوں کو تلاش کرے اور ان کے ساتھ سفر کو جاری رکھے یا وطن واپس آجائے، دونوں کا اختیار ہے۔

اور جو عورت جدہ پہنچ کر بیوہ ہو گئی اسے بے حرم وطن واپس لوٹنا حرام ہے، البتہ مکہ مکرمہ جدہ سے سفر شرعی کی دُوری پر نہیں لہذا مکہ مکرمہ چلی جائے اور حج کے بعد وہیں ٹھہرے تاکہ اس کا کوئی حرم اس کو لینے کے لئے وطن سے پہنچ جائے اور اگر حرم نہ ہو یا جانے آنے کے لئے تیار نہ ہو یا ایسا ہے کہ اسے دین کا کوئی لحاظ پاس نہیں ہے اور کوئی صورت نظر نہ آئے، مذہب غیر پر عمل کرے جیسا کہ فتاویٰ رضویہ میں ہے:

كانت كمن أبا نهارا زوجها أو مات عنها ولو في مصر و ليس

بينها وبين مصرها مدة سفر رجعت و لو بين مصرها مدة و

بين مقصدها أقل مضت اهـ۔



یعنی، کسی عورت کو اثنائے سفر شوہر نے بائن طلاق دے دی یا انتقال کر گیا اور اس عورت اور اس کے وطن کے درمیان مدت سفر نہیں ہے تو وہ لوٹ آئے اور اگر وطن کے لئے مسافت سفر ہے مقصد کے لئے مسافت سفر نہیں تو سفر جاری رکھے۔

لیکن اس رخصت شرعی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اپنی صوابدید پر کسی عذر کو ضرورت مان لیا جائے یا کسی عام مجبوری کو ضرورت مان لیا اور مذہب غیر پر عمل کر لیا، شرعی طور پر جب تک ضرورت متحقق نہ ہو مذہب غیر پر عمل جائز نہیں اگرچہ چاروں مذاہب برحق ہیں لیکن جو جس مذہب کا مقلد ہے اس پر اسی کی تقلید واجب ہے ہکذا فی ”فتاویٰ یورپ“، (ص ۳۳۱)۔  
واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

یوم الأربعاء، ۲۹ شوال المکرم ۱۴۲۷ھ ۲۲ نومبر ۲۰۰۶م (222-F)

## توجہ فرمائیے

ادارے کی ہدیہ شائع شدہ کتب

کہی ان کہی زکوٰۃ کی اہمیت

رمضان المبارک معزز مہمان یا محترم میزبان

عید الاضحیٰ کے فضائل اور مسائل

امام احمد رضا قادری رضوی، حنفی رحمۃ اللہ علیہ مخالفین کی نظر میں

میلا دابن کثیر، عورتوں کے ایام خاص میں نماز اور روزے کا شرعی حکم

تخلیق پاکستان میں علماء اہلسنت کا کردار

ان کتب خانوں پر دستیاب ہیں

مکتبہ برکات المدینہ، بہار شریعت مسجد، بہادر آباد، کراچی

مکتبہ غوثیہ ہوسیل، پرانی سبزی منڈی، نزد عسکری پارک، کراچی

ضیاء الدین پبلی کیشنز، نزد شہید مسجد، کھارادر، کراچی

مکتبہ انوار القرآن، مین مسجد مصلح الدین گارڈن، کراچی (حنیف بھائی انگوٹھی والے)

مکتبہ فیض القرآن، قاسم سینٹر، اردو بازار، کراچی

.....

رابطے کے لئے: 021-2439799

محترم انتظام جناب..... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ کے علم میں ہے کہ جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان نے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کے تحت ہر ماہ ایک مفت کتاب شائع کرتی ہے جو کہ پاکستان بھر میں بذریعہ ڈاک بھیجی جاتی ہے گزشتہ دنوں جمعیت نے سال رواں کے لئے اپنے سلسلہ مفت اشاعت کی نئی پالیسی کا اعلان کیا ہے جس کے تحت وہی نہیں برقرار رکھی گئی ہے جو کہ گزشتہ کئی سالوں سے چل رہی ہے یعنی صرف 50/- روپے سالانہ۔

اس خط کے ذریعے آپ سے التماس ہے کہ آپ اس خط کے آخر میں دیئے ہوئے فارم پر اپنا مکمل نام اور پتہ خوشخط لکھ کر ہمیں مئی آرڈر کے ساتھ ارسال کر دیں تاکہ آپ کو نئے سال کے لئے جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے سلسلہ مفت اشاعت کا ممبر بنا لیا جائے۔ صرف اور صرف مئی آرڈر کے ذریعے بھیجی جانے والی رقم قائل قبول ہوگی، خط کے ذریعے نقد رقم بھیجے والے حضرات کو ممبر شپ جاری نہیں کی جائے گی۔ البتہ کراچی کے رہائشی یا دوسرے جو حضرات دینی طور پر فخر میں آرڈر فیس جمع کروانا چاہیں تو وہ روزانہ شام 4 بجے سے رات 12 بجے تک رابطہ کر سکتے ہیں، ممبر شپ فارم جلد از جلد جمع کروائیں۔ دوسری تک وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر سال کی پوری 12 کتابیں ارسال کی جائیں گی البتہ اس کے بعد وصول ہونے والے ممبر شپ فارم پر مہینے کے اعتبار سے بتدریج ایک ایک کتاب کم ارسال کی جائے گی مثلاً اگر کسی کا فارم دوسری میں موصول ہوا تو اسے 11 کتابیں اور اگر کسی کا مارچ میں موصول ہوا تو اسے 10 کتابیں ارسال کی جائیں گی۔

**نوٹ:** اپنا نام پتہ، ممبر شپ نمبر (مئی آرڈر اور فارم دونوں پر) اردو زبان میں نہایت خوشخط اور خوب واضح لکھیں تاکہ کتابیں بروقت اور آسانی کے ساتھ آپ تک پہنچ سکیں۔ نیز پرانے ممبران کو خط لکھ ضروری نہیں بلکہ مئی آرڈر پر اپنا سو جو کہ ممبر شپ نمبر لکھ کر روانہ کر دیں اور خط لکھنے والے حضرات جس نام سے مئی آرڈر بھیجیں خط بھی اسی نام سے روانہ کریں۔ مئی آرڈر میں اپنا فون نمبر ضرور درج کر دیں۔

**نوٹ:** کسی مہینے کتاب نہ پہنچنے کی صورت میں خط لکھتے وقت اس سال لئے والی کتابوں کا تذکرہ ضرور کریں تاکہ ہمیں پریشانی نہ ہو۔

ہمارا پوسٹل ایڈریس یہ ہے:

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان  
فون: مسجد کاغذی بازار، ٹنڈوا، کراچی۔ 74000  
شعبہ نشر و اشاعت 021-2439799

نام..... ولدیت.....  
مکمل پتہ.....

فون نمبر..... ممبر شپ نمبر.....

**نوٹ:** ایک سے زائد افراد ایک ہی مئی آرڈر میں رقم روانہ کر سکتے ہیں اور فارم نمٹنے کی صورت میں اس کی فوٹو کاپی استعمال کی جاسکتی ہے۔

## خصوصی اعلان اجتماع

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان کے زیر اہتمام نور مسجد کاغذی بازار میں ہر پیر کو ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوتا ہے جس میں ہر مہینے کی پہلی اور تیسری پیر کو

## درس قرآن

ہوتا ہے جس میں حضرت علامہ مولانا محمد عرفان ضیائی صاحب درس قرآن دیتے ہیں۔



اور ہر مہینے کی دوسری اور چوتھی پیر کو

## درس حدیث

منعقد ہوتا ہے جس میں علامہ مولانا مختار اشرفی صاحب درس حدیث دیتے ہیں۔

اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً مختلف علمائے اہلسنت آکر اجتماع سے مختلف موضوعات پر خطاب فرماتے ہیں۔